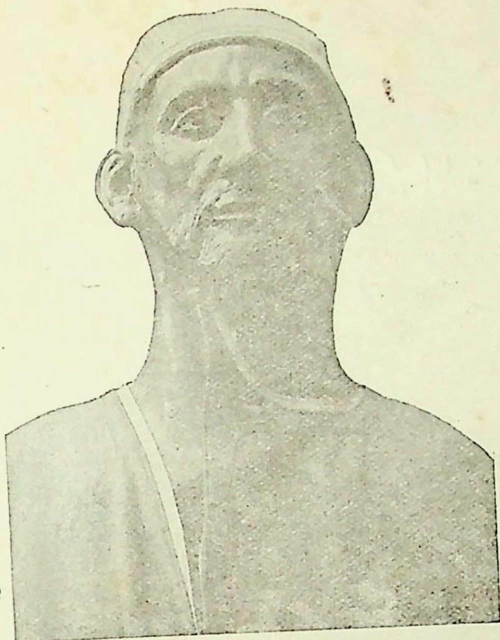
پمپوش

PAMPOSH



اکتوبر ۱۹۵۸ء | شائع کردہ: کشمیری بزم ادب دہلی | ۷۵ نئے پیسے






Clay Models from the Srinagar Museum

منظور شدہ محکمۂ تعلیمات حکومت جموں و کشمیر

کشمیری بزم ادب دہلی کا دوماہی جریدہ

پمپوش دہلی

ترتیب

جلد ۱ نمبر ۶

فی پرچہ ۷۵ نئے پیسے

سالانہ چندہ چار روپے

ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء

کشمیری بزم ادب ۴۳۷ بلیماراں دہلی

باہتمام نند لال ابرو پرنٹر پبلشر ایڈیٹر محبوب المطابع پریس اردو بازار دہلی میں چھپ کر دفتر پمپوش ۴۳۷ بلیماراں دہلی سے شائع ہوا

اپنی بات

پمپوش کا چھٹا شمارہ پیشِ خدمت ہے اور اس شمارہ کے ساتھ ہی پمپوش اپنی زندگی کا پہلا نازک سال پورا کر رہا ہے کشمیر سے باہر کشمیریوں کی واحد ادبی و تمدنی انجمن کشمیری بزمِ ادب دہلی نے ایک سال پہلے امید و بیم کے ایک عجیب دھندلکے میں پمپوش جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ امید یہ تھی کہ شاید وہ وقت آن پہنچا ہے جب اہلِ کشمیر کو بہت کچھ سوچنے کے بعد کروٹ لینی چاہیئے۔ اور برق رفتار زمانے کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھ کر جادہ پیما ہونا چاہئے تاکہ اپنی مادری زبان اپنے عزیز تمدن اور اپنے اسلاف کی بے بہا میراث کی طرف توجہ مبذول ہو سکے۔ لیکن اندیشہ یہ تھا کہ کام پڑے مورکے کا ہے جانے کشمیر سے سینکڑوں میل دور دہلی میں بیٹھ کر ایک چھوٹی سی بے وسیلہ ادبی اور تمدنی انجمن کچھ کر بھی پائے گی یا نہیں۔ خاص کر جب کشمیر میں ایسے ہی تجربے مایوس کن حد تک فیل ہو چکے تھے۔ ہمیں مسرت ہے کہ ہماری امیدیں ہمارے اندیشوں سے زیادہ حقیقی ثابت ہوئیں اور جوں ہی پمپوش کا پہلا شمارہ منظرِ عام پر آیا ریاست کے اندر باہر سبھی جگہ تمدن کے شیدائیوں اور ادب نوازوں نے گرم جوشی کے ساتھ اس پرچے کا خیر مقدم کیا اور کشمیری بزمِ ادب دہلی کے اس قدم کو بے حد سراہا۔ تمدن کے پرستاروں اور ادب نوازوں نے خوشنودی اور نیک خواہشوں کے پیغامات ارسال کر کے ہی کشمیری بزمِ ادب دہلی کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ انھوں نے عملاً بھی پمپوش کو زندہ رکھنے کے لئے ہمارے ساتھ پورا تعاون کیا۔ ادب نواز دوستوں نے اپنے ادب پاروں سے ہی پمپوش کو نہیں نوازا بلکہ اکثر و بیشتر ادیبوں نے اپنی تخلیقات کے ساتھ ہی ساتھ 'پمپوش' کی مالی استعانت بھی کی اس کے پڑھنے والوں کا دائرہ وسیع کرنے میں بھی ہماری امداد فرمائی اور اپنے زریں مشوروں سے بھی ادارۂ پمپوش کو وقتاً فوقتاً ممنون فرمایا۔ ادبی اور تمدنی حلقوں کا یہ تعاون ثابت کرتا ہے کہ ریاست کے تمدنی احیاء کے لئے عوام کے دلوں میں ارمان اور ارادے مچل رہے ہیں اور یہ مچلتے ارمان پرواز کی راہیں کھوج رہے ہیں۔

بہر کیف پمپوش اپنے مہربانوں کے عملی تعاون کے بل بوتے پر پہلا ہلاکت آفریں سال پورا کر چکا ہے اور کشمیری بزمِ ادب دہلی کے بے لوث اور ایثار پیشہ ارکان نے گوناگوں مشکلات کا جگرداری اور جانبازی کے ساتھ مقابلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ہمت اور لگن سے کام کیا جائے تو کامرانی پاؤں چوم ہی لیتی ہے۔ 'پمپوش' کے دوسرے سال میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی ادارہ توقع رکھتا ہے کہ جہاں پمپوش کے مربی اپنی کرم فرمائیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ وہاں کشمیر [illegible] کشمیری کے اس واحد رسالہ کو زندہ رکھنے اس کو ایک معیاری [illegible] بنانے اور اس کی افادیت بڑھانے میں بزمِ ادب دہلی کا ہاتھ بٹائے گی۔

میرزا غالب کے کشمیری شاگرد

پنڈت لچھمی نرائن مشران مفتوںؔ

پنڈت گوردھن داس مشران کے صاحبزادے تھے۔ اور فرخ آباد کے رؤسا میں شمار تھا۔ ان کے بزرگ کشمیر میں اعلیٰ عہدوں پر مامور رہے اور طوائف الملوکی کے زمانے میں وہاں سے نقلِ مکان کر کے ہندوستان چلے آئے اور فرخ آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ پنڈت گوردھن داس کلکٹری میں سررشتہ دار مال تھے۔ انھوں نے اپنی فرض شناسی اور حسنِ کارکردگی سے بہت نیک نامی حاصل کی۔ ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد تجارت کرتے رہے۔ اس میں بھی بہت کامیابی ہوئی۔ بہادر شاہ کی طرف سے انھیں "انتظام الدولہ ممتاز الملک مہاراجہ گوردھن داس بہادر دیوان اعلیٰ" خطاب ملا تھا۔ چندے نواب تجمّل حسین خان والیِ فرخ آباد کی سرکار میں مدار المہامی کے فرائض سرانجام دیئے۔ یہ وہی تجمل حسین خان ہیں جن سے متعلق غالب کا شعر ہے ؎

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لئے

نواب تجمل حسین خان کے جانشین تفضل حسین خان بھی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے معتوب ہوئے تھے۔ انھوں نے دیارِ حجاز میں پناہ لی اور وہیں بہت عسرت کی حالت میں وفات پائی۔ ریاست انگریزوں نے ضبط کر لی۔

مفتوں بھی اپنے والد کی طرح انگریزی حکام کے حلقے میں بہت معزز اور صاحب اثر تھے۔ اپنے زمانے میں فرخ آباد کے میونسپل کمشنر رہے۔ آنریری مجسٹریٹ کے اختیارات بھی حاصل تھے ۱۸۷۷ء کے دربار دہلی میں سندِ خوشنودی عطا ہوئی تھی۔ ۶۶ برس کی عمر تھی جب یکم نومبر ۱۸۸۷ء کو وفات ہوئی۔

مفتوں کی علمی استعداد بہت اچھی تھی۔ فارسی پر فاضلانہ نظر تھی۔ خوش نویسی اور خط نستعلیق میں مشہور زمانہ استاد میر علی بخش حسینی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے اور غالب سے اصلاح لیتے تھے۔

ان کے صاحبزادے پنڈت شام نرائن مشران مدتوں ریاست بڑوانی میں تحصیل دار رہے۔ اردو فارسی انگریزی کی اعلیٰ قابلیت کے علاوہ عربی اور سنسکرت میں بھی دخل تھا۔ شاعری ورثہ میں پائی۔ یکتاؔ تخلص تھا۔ اور اردو فارسی دونوں زبانوں میں کہتے اور اپنے والد ہی سے مشورہ کرتے تھے۔ ان کا ۶۳ برس کی عمر میں ۲۸ اگست ۱۹۰۴ء کو انتقال ہوا۔

دل افسردہ ہوا بے مہریٔ خوباں اے مفتوں
نہ ہو باور تو ہے اللہ واقف حق و باطل کا

بدخواہ اپنا کون ہے ہمدم سوائے دل
دشمن ہمارا کون ہے مفتوں سوائے دوست

عمر گذری کہ تری راہ میں ہم بیٹھے ہیں
پر ابھی شوق یہ کہتا ہے کہ کم بیٹھے ہیں

واہ قسمت! کہ لب بحر پہ ہم مثلِ حباب
خالی کاسہ لئے یا دیدۂ نم بیٹھے ہیں

کیوں کر بیت الصنم عشق سے اٹھیں مفتون
اب تو اللہ کی ہم کھا کے قسم بیٹھے ہیں

نواب سید محمد زکریا خان زکی

دہلی کے ایک معزز خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ اصل میں یہ خاندان کشمیری تھا۔ ان کے ایک بزرگ نواب ممتاز الدولہ ابوالقاسم بہادر شاہ عالم ثانی کے وزیر معین الدولہ عبدالاحد خان کے قریبی عزیز تھے۔ زکی نے وجاہت دنیوی کے علاوہ شاعری بھی گویا وراثت میں پائی۔ ان کے والد ماجد سید محمود خان بھی شعر کہتے تھے۔ اور محمود تخلص کرتے تھے۔ اردو شعراء کے مشہور تذکرے "عمدۂ منتخبہ" کے مؤلف اعظم الدولہ نواب میر محمد خان سرور (شاگرد محمد جان بیگ سامی) ان کے نانا (اور دادا کے بھائی) تھے۔ بزرگوں کا مسکن دہلی کا مشہور محلہ زینت باڑی تھا۔ لیکن یہ خاندانی جاہ و جلال زکی کی قسمت میں نہیں تھا۔ سب جائداد کچھ ان سے پہلے اور باقی ۱۸۵۷ء کے بعد خالصے لگ گئی۔

زکی ۱۸۳۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ فارسی، عربی، منطق ریاض کی تعلیم غالب، صہبائی اور پنڈت رام کشن بسمل سے لی۔ اس کے علاوہ طب میں بھی واقفیت بہم پہنچائی۔ قرآن بھی حفظ کیا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں دہلی چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے اور بتدریج ترقی کر کے صوبہ یو۔پی کے مدارس کی ڈپٹی انسپکٹری کے عہدے تک پہنچے۔ اس تعلق سے مدتوں میرٹھ، گورکھپور، بریلی الہ آباد اور بدایوں میں رہے۔ جب ملازمت کی میعاد ختم ہوئی تو بدایوں ہی میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہیں ۱۹۰۳ء (۱۳۲۱ھ) میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور یہیں حضرت نظام الدین اولیا کے والد ماجد سید احمد کی درگاہ کے احاطے کے جنوبی دیوار کے باہر جانب شرق آسودہ خواب ہیں۔

بڑے قادر الکلام شخص تھے۔ مولوی حشمت اللہ حشمت پنڈت جواہر ناتھ کول ساقی، اسیر بدایونی، سید احمد دہلوی، (مؤلف فرہنگ آصفیہ) وغیرہ ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ ان کا دیوان غزلیات (دیوان زکی) ان کی زندگی ہی میں چھپ گیا تھا۔ غالب نے چند سطریں بطور سند لکھ کر دی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ موجود ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت پختہ اور نازک خیال شاعر تھے۔ استاد کے کلام کی بعض خصوصیات مثلاً مضمون آفرینی دقت پسندی فارسی تراکیب وغیرہ کو انھوں نے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ بہت سا کلام غیر مطبوعہ رہ گیا۔ جو اُن کے خاندان میں موجود ہے۔

اب مختصر انتخاب ملاحظہ ہو۔

وضع بالیدگی شوق جو رہبر ہوتی
اے زکی قطرۂ ناچیز بھی دریا ہوتا

تمکین وضع و طرزِ تبسم میں دیکھئے
انداز اس کی شوخیٔ طبع سلیم کا

حیف صد حیف زکی زندگی تلخ اپنی
بے کسی کا اگر انجام یہ ہو، مر جانا

خواجہ عبدالغفار وفا و آخر

ڈھاکہ کا خاندان خواجگان بہت مشہور ہے۔ اس میں دین و دنیا دونوں کے مشاہیر پیدا ہوئے۔ اصل میں یہ خاندان کشمیر کا تھا۔ جہاں سے یہ لوگ تجارت کے سلسلے میں نقل مکان کر کے ڈھاکہ میں بس گئے۔ سب سے پہلے جو شخص آئے وہ خواجہ مولوی حفیظ اللہ تھے۔ اس سلسلۂ طلائے ناب کی ایک کڑی خواجہ عبدالغفار تھے۔ اُن کے والد کا نام خواجہ عبدالغفور تھا۔ خواجہ عبدالغفار فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں تخلص وفا تھا اور اس میں غالب سے اصلاح لیتے تھے۔ اردو میں تخلص آخر کرتے تھے۔ اور اس میں مشورہ حافظ اکرام الدین احمد ضیغم سے تھا۔

رسا جاودانی

غزل

سکونِ اضطراب آئے نہ آئے
اُلٹ کر وہ نقاب آئے نہ آئے

ستارو رات بیتی جا رہی ہے
وہ میرا مستِ خواب آئے نہ آئے

مری راتیں ترے جلووں سے روشن
اُفق پر ماہتاب آئے نہ آئے

ترے قربان میں اے چشمِ ساقی
اِدھر جامِ شراب آئے نہ آئے

لکھے جاؤں گا ان کو نامۂ شوق
کبھی خط کا جواب آئے نہ آئے

کلام اپنا پیامِ آشتی ہے
جہاں میں انقلاب آئے نہ آئے

شمار اُن کی جفاؤں کا کریں کیا
رسا یومِ حساب آئے نہ آئے

223

حامدی کاشمیری

غزل

نظر وارفتۂ نظارگی معلوم ہوتی ہے
غزالاں میں بھی گلوں کی دلکشی معلوم ہوتی ہے

پھر آساں ہونے والی ہے ہراک دشواریٔ ہستی
خودی پر کارفرما بے خودی معلوم ہوتی ہے

میں شکوہ کرم ہوں اے غمِ دل بخشنے والے
مجھے یہ زندگی اب زندگی معلوم ہوتی ہے

یہ کس کی یاد کی شمعیں فروزاں ہو گئیں دل میں
گریزاں شامِ غم کی تیرگی معلوم ہوتی ہے

پلائے جام اے ساقی، اٹھائے ساز اے مطرب
طبیعت مائلِ افسردگی معلوم ہوتی ہے

نظامِ دو جہاں پر کیا گذر جائے خدا جانے
نگاہِ ناز میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے

بتاؤں کیا جنونِ عشق کی وارفتہ سامانی
کہ ہشیاری بھی اک دیوانگی معلوم ہوتی ہے

ہے رقصاں اک جہانِ بے خودی ہر ایک ذرّے میں
کلیدِ بابِ مستی چاندنی معلوم ہوتی ہے

بہاریں مسکراتی ہیں سحر کی جلوہ پاشی میں
فضائے گلستاں بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے

زباں پر حامدی وردِ جگر کی بات آتی ہے
زمانہ والوں کو یہ شاعری معلوم ہوتی ہے

اکبر جے پوری

غزل

اُسے آساں ہو کیوں کر نہ ترکِ مدّعا کرنا
کہ جس کم بخت کو مشکل ہو عرضِ التجا کرنا

یہ ہمّت، یہ جسارت ہے ہمیں آشفتہ حالوں کی
وہ کیا جانیں ابھی تکمیلِ پیمانِ وفا کرنا

موافق ہو نہ ہو آب و ہوائے کوچۂ قاتل
بہر صورت ہمیں منظور ہے دل کا کہا کرنا

خدا آباد رکھے درد کی دنیا ہے دل میرا
مجھے تم سے بہت آساں ہے محشر بپا کرنا

کوئی ہنستا ہے تو غم آشنا دل چیخ اُٹھتا ہے
یہ شیوہ آپ کا حصہ ہے دونوں پہ ہنسا کرنا

نہیں ملنے نہ ملئے لیکن اتنا یاد رکھئے گا
عموماً ناروا ہوتا ہے خونِ مدّعا کرنا

علاماتِ محبت ضبط پر بھی ہو گئیں ظاہر
کسی کو یاد کرنا، آہ بھرنا، رو دیا کرنا

جہانِ عشق میں اتنی اجازت ہے ستم کش کو
جب اُن کا نام سُننا، سرد آہیں بھر لیا کرنا

کمال لداخی

داوا کی ماں

میں نے تمھیں کبھی خط نہیں لکھا لیکن آج میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں اپنے جذبات بے کم و کاست اس خط میں تمھارے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تمھاری زندگی میرے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ میں نے تمھارے بچپن کو دیکھا ہی نہیں بلکہ تمھارے ساتھ گلی ڈنڈا بھی کھیلا ہے۔ میں نے تمھارے اُبھرتے ہوئے شباب کو دیکھا جب درجنوں تم پر فریفتہ تھے۔ اور اس المناک صدمہ کو بھی جو حال ہی میں تم پر بیتا۔ یہ صدمہ کوئی نیا صدمہ نہیں ہے وطن کی ان گِنت عورتوں نے اس صدمے کو جھیلا ہے اور جب تک سماج کے یہ بوسیدہ نظام .... ہیں جھیلتی رہیں گی۔

آج تم سماج کی آنکھوں میں ایک کانٹا ہو۔ پھبھساہٹ ، لعن طعن ، گیدڑ بھبھکیاں سُن سُن کر تم غم سے گھُل گئی ہو۔ تمھارا حسین چہرہ پیلا پڑ گیا ہے اور جھائیوں و جھریوں کی بدنما لکیروں نے اس کو اور بھی بدنما بنا دیا ہے۔

تمھاری سہیلیاں سلمیٰ، ڈولما، پلزوم ..... کو تمھاری شکل سے گھِن آتی ہے تمھارے رشتہ داروں تم سے قطع تعلق کر لیا ہے اور سب سے ناقابل برداشت بات، تو یہ ہے کہ تمھارے والدین بھی تم سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے ہیں۔

آج سے پانچ سال پہلے تم ایک بھولی بھالی کنواری لڑکی تھی۔ مجھے تم سے بڑا پیار تھا۔ میں نا جانے کتنی دفعہ تمھاری گلی میں سے گذرتا تھا تاکہ تمھیں دیکھوں۔ آہ ! لیکن تمھیں پتہ بھی نہ تھا۔ مجھے تم سے کتنا پیار ہے۔ میں نے دل ہی دل میں عہد کیا تھا کہ اپنی زندگی تمھاری زندگی سے وابستہ کروں گا اور اس خیال کے تحت میں نے اپنے من مندر میں سپنوں کے کتنے حسین محل تعمیر کئے۔ مستقبل کی دنیا میں کتنی دل فریب بہاریں دیکھیں، کئی دفعہ تخیل کے سہارے میں نے اپنے آپ کو تمھارے درمیان کھڑا کیا جہاں ہمارے درمیان باتیں ہوتیں۔ جہاں میں جذبات کی رو میں بہہ جاتا جہاں تم جذبات کی رو میں بہہ جاتیں۔ کبھی کبھی خیالات کی اتھاہ گہرائیوں میں میں ایسا کھو جاتا کہ مجھے گھنٹوں نیند نہیں آتی۔ میرے والدین خیال کرتے کہ مجھے بے خوابی کا مرض ہے لیکن کون جانے اُس وقت میرے خیالات پر تم چھائی ہوئی ہو اور تمھاری تصویر میری آنکھوں کے سامنے ناچ رہی ہے۔ کبھی جوشِ محبت سے میرے دل میں عجیب باغیانہ خیال اُبھر آتا میں چاہتا کہ کاش میں ایک مریض بن جاؤں اور تم میرا علاج کرو۔ اپنی پیاری پیاری باتوں سے میرے دل کو ڈھارس دیں۔ پیار سے اپنی مخروطی انگلیاں میری پیشانی پر پھیریں اور میں اس کے لمس سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔

اگر کوئی میرا نفسیاتی تجزیہ کرے تو وہ اس سے حماقت سے محمول کرے گا، میری کمزوری سے تعبیر کرے گا اور تم خود میرے بارے میں کیا سوچو گی۔ تم تو تم ، میں خود اپنی جگہ حیران ہوں۔ کبھی محبت احساسِ کمتری میں مبتلا کرتی ہے اور کبھی نمود و نمائش میں ایک ماہرِ نفسیات نے کہا ہے کہ عشق و محبت ایک اعصابی مرض ہے

لیکن لوگ کہتے ہیں "محبت" انسان کا لطیف ترین تخیل ہے۔ انسانی روح کی غذا ہے۔ اس کے بغیر انسان کی زندگی سُونی اور پھیکی ہے، اس کے باوجود ایک طاقت مجھے اس کے اظہار کرنے سے روکتی تھی۔ لیکن ایک دن میں نے تمھیں اپنی محبت کا اظہار کر ہی دیا۔ نگاہیں دو چار ہوئیں اور تم نے گاؤں کی ایک کنواری الھڑ لڑکی کی طرح اپنی شرمیلی نگاہیں نیچی کر لیں اور ایک لمحہ کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ یہ لمحہ کتنا سہانا اور طرب آگیں تھا۔ اُسی ایک لمحے کے لئے ہم نے ایک دوسرے کے دل کی دھڑکنیں سُنیں۔ اور پھر ہم اس طرح باتیں کرنے لگے گویا برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں میں وہ سہانی گھڑی کبھی نہیں بھول سکتا جب ہم نے شام کے دھندلکے میں بیم و رجا کے درمیان اپنے گھروں کو لوٹتے ہوئے ایک دوسرے کے ہونے کا عہد کیا۔

مجھے شاعری سے بڑا چاؤ تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شاعری ایک فن ہے اور فن کا مقصد زندگی اور صداقت کی ترجمانی کرنا ہے نا کہ اظہار، نمود و نمائش میں نے داد طلب انداز میں بڑے زعم سے ایک دن تمھیں بتایا تھا کہ میں شاعر ہوں تو تمھاری پیشانی پر ایک شکن ــــ ایک خم اُبھرا۔ جس میں ایک استفسار چھپا تھا۔ اس کے بعد میں نے تمھیں ایک البیلا سا گیت پڑھ کر سنایا لیکن تمھارے چہرے کی اُبھرتی مٹتی شکنوں و تمھاری معصوم نگاہوں سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ تمھیں اس گیت کے بول سے بالکل دلچسپی نہیں ہے تمھیں تو ناچ سے بڑا لگاؤ تھا۔ جب گاؤں میں تیوہاروں اور اچھے اچھے دنوں کے موقعوں پر گاؤں کے نوجوان ناچتے تھے تو تم بڑے چاؤ اور انہماک سے دیکھا کرتی تھیں۔ ناچ سے ذرّہ بھر شوق نہ رکھتے ہوئے بھی میں نے محض تمھاری خاطر ناچ سیکھا۔ اور اونچے طبقے کے جوانوں کے ساتھ ناچنے میں سرمدی کیف محسوس کیا۔

تمھارے پریم نے مجھ میں گوناگوں تبدیلیاں کیں۔ ویسے بھی مجھ میں کمزوریاں کیا کم تھیں۔ میں اپنے ڈھیلے ڈھالے سے کپڑے اور ڈھیلی سی ٹوپی کی طرف کبھی توجہ نہیں دیا کرتا تھا لیکن جب سے یہ دو دل ہم آہنگ ہوئے اُس دن سے یہ کوتاہیاں بھی جاتی رہیں۔ میں نے اپنے کپڑوں کی طرف خاص توجہ دینی شروع کی اور ایک خاص زاویے پر اپنا مخملی کنٹوپ پہننے لگا۔

میں ہی کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تم بھی تو اپنی باتوں کا شکار ہو جاتی تھیں۔ تم خوش سلیقگی اور رکھ رکھاؤ میں اپنے کو تمام سہیلیوں میں ممتاز بنانے کی کوشش کرتی تھیں۔ لیکن تم تو مجھے ہر وقت پیاری لگتی تھیں۔ اُس وقت بھی پیاری لگتی تھیں جب تم اپنے پاجامے کے پائنچے کو گھٹنے تک چڑھائے پھٹے سے گھسے سے کپڑے پہنے اپنے کھیتوں کو آبیاری کرتی تھیں یا اپنی آستینیں کہنی تک سرکائے سرسوں کوٹنے میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں ــــ اور اُس وقت بھی ــــ جب تم اپنی ماں کے نیلے نیلے فیروزہ کے چار لائنوں والے "بیرت" لگائے سج دھج کر میلے ٹھیلے دیکھنے نکلتی تھیں۔ اور تم ہی کیا رولی! مجھے تمھارا سارا گاؤں پیارا لگتا تھا۔ گاؤں کا ایک ایک فرد پیارا لگتا تھا۔ اور تمھارے گھر کی پالی پوسی بلّی تک میری نظروں میں پیاری لگتی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں لمبے ریتلے میدان۔ اونچ نیچ والی تنگ گھاٹیاں طے کر کے تمھارے پاس آنے میں ایک روحانی انبساط محسوس کرتا تھا۔ یا کڑکڑاتی ٹھٹھرتی سردی میں برفیلی ہواؤں کے جھکڑوں کے درمیان تمھارے پاس آنے میں کچھ بھی تکلیف محسوس نہیں کرتا تھا۔

آہ! وہ دن کتنے پیارے تھے۔ وہ شامیں کتنی سہانی تھیں۔ چاندنی کیا ہی طرب آگیں تھی۔ تمھاری یاد سے یہ دنیا بہت ہی حسین اور یہ زندگی خوشبوؤں اور مسرتوں کی لامتناہی دیوار کی طرح پھیلائی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور چاند کی ٹھنڈی چھاؤں میں یہ کسک اور بھی بڑھ جاتی تھی۔

لیکن اب ان گئی گزری باتوں کو کریدنے سے کیا ہوگا رولی۔
یہ تو اب جلے ہوئے زخموں پر نمک پاشی ہے۔

اور پھر ایک روز ــــ اس خبر کی بھنک میرے کان میں پڑ گئی

کہ تمہارا دامن تنڈوپ سے باندھ دیا گیا ہے۔ تنڈوپ جو گاؤں کے سب سے امیر زمیندار کا لڑکا ہے اور بھرا اونچے گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔

تم تنڈوپ اکیلے کی ہی عورت بن کر نہیں جا رہی تھیں بلکہ اس کے منجھلے اور چھوٹے بھائی کی بیوی بن کر بھی جا رہی تھیں۔ جب تمہیں اس سے آگاہ کیا گیا تم اُس روز بہت روئی تھیں۔ تم نے اس کے خلاف احتجاج کیا لیکن تمہاری آواز تمہارے والدین اور عزیز و اقارب کی آواز میں مدغم ہو کر رہ گئی۔ وہ تمہیں دم دلاسہ دینے لگے۔ ہیر پھیر کی باتوں کو اُلٹ پلٹ کر سنانے لگے جن کی ہر تان اس فقرے پر آ کر ٹوٹتی تھی۔ تم کتنی خوش قسمت ہو رولی! تمہاری شادی ایک ایسے گھرانے میں ہو رہی ہے جہاں عیش و عشرت کی فراوانی ہے۔

اپنے والدین کے سامنے تمہاری زبان گُنگ پڑ گئی جنھوں نے تمہیں پال پوس کر بڑا کیا تھا لیکن تمہارا دل کہہ رہا تھا "میرے ماں باپ! عورت دولت کو ہی نہیں چاہتی ہے، عشرت کو ہی نہیں چاہتی ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ خلوص دل کے پیار کو چاہتی ہے۔

دوسرے دن جب میں تمہارے پاس آیا تو تم اپنے مکان کی کھڑکی کے داسے پر بیٹھی تھیں لیکن آج تم بڑی سہمی اور گھبرائی ہوئی نظر آتی تھیں۔ تم نے آہستہ ہی اپنی مجبور کہانی مجھے سنا دی، کیا تمہیں کچھ معلوم ہے؟ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے جب تم مجھے وہ دکھ بھری باتیں سُنا رہی تھیں مکان کے پیچھے کی آڑ میں سے کون جھانک رہا تھا۔ لرگیل ۔۔۔

جس نے اس راز کو فاش ہی نہیں کیا بلکہ اس معمولی سے واقعہ پر دُم چھلا باندھ کر ہمارے خلاف ایسی بہتان تراشیاں کیں کہ ہم سب کے نزدیک ذلیل ہو کر رہ گئے اُس روز سے تم پر کڑی نگرانی رکھی گئی تمہاری ایک ایک حرکت جانچی پرکھی گئی۔ اُس دن سے آج تک میں نے تمہارے گاؤں کا رخ نہیں کیا۔ اس واقعہ سے تمہارے دل پر بڑی چوٹ لگی۔ تمہاری شوخیاں چلی گئیں اور تم ہمیشہ اداس رہنے لگیں۔ اُس دن سے میں نے اپنے شکست خوردہ دل کی کامرانیاں تخیل کے سہارے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ بُنے ہوئے خوابوں کا ایک حسین مرمریں محل تعمیر کرتا اس پر وفادار کنگرے چڑھاتا۔ رنگین مینارے نصب کرتا اور ان پر دھیرے دھیرے سنہرے کلس کی چادریں پھیلاتا۔ لیکن جب یہ محل نقطۂ عروج پر پہنچتا تو میرے خوابوں کا طلسم یک لخت ٹوٹ جاتا اور مرمریں محل کے پر وقار کنگرے، رنگین مینارے اور سنہرے کلس دھڑام سے نیچے آ جاتے۔

آخر ایک دن وہ ساعت بھی آ گئی جب تمہارے مکان پر سجا چمکا ہوا عروسی گھوڑا آیا۔ تمہاری شادی کا انتظام بڑے طمطراق سے کیا گیا تھا۔ کہتے ہیں تمہارا چھریرا بدن بیش قیمت گہنوں میں چھپا ہوا تھا۔ جنھوں نے تمہیں دیکھا اُن کا یہ بھی کہنا ہے تم اُس رات بہت اُداس نظر آ رہی تھیں۔ تم میں اُس نئی نویلی دلھن کی سی شوخی نہیں تھی جس کا دل حسین ارمانوں سے آباد ہوتا ہے۔ کہتے ہیں۔ تمہاری برات کا منظر بہت پُر کیف تھا۔ خاص کر وہ منظر بہت ہی دلکش تھا جب تمہارا سجا سجایا عروسی گھوڑا مجمع کے بیچ میں جھکولے کھانے لگا لوگ "یتنا، یتنا، یتنا" کی خوشیوں کی صدائیں دے رہے تھے اور برات تزک و احتشام سے بڑے زمیندار کے اونچے مکان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

گاؤں کے بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ جیسی رونق انھوں نے تمہاری برات میں دیکھی آج تک کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ آج کی رات بڑے زمیندار کے مکان سے خوش آئند نغمے گونج رہے تھے۔ آج کی رات تمہارا اپنا مکان جگمگاتی ہوئی روشنیوں سے نور کا بُقعہ بنا ہوا تھا۔ لیکن یہی رات تمہارے اپنے لئے زندگی کی ایک المناک رات تھی۔ آج کی رات تمہاری زندگی غم کی گہری پرچھائیں لے کر آئی۔ آج سے تمہارے لبوں پر کسی نے مسکراہٹ نہیں دیکھی، تمہارے چہرے پر سرور نہیں دیکھا، تمہارے سیاہ بالوں میں پھول نہیں دیکھا تمہاری شادی کی تمہید اتنی حسین اور دلکش نہیں تھی رولی جتنا اس کا انجام المناک ہے۔ تم مجھ سے تو بہت دُور تھیں لیکن واقعات تو میرے کانوں سے دُور نہیں تھے۔

تم ایک پڑھی لکھی لڑکی تھیں۔ مدرسے میں تم نے کتابیں پڑھی تھیں۔ جن سے تم نے اخلاق کی باتیں۔ قدریں سیکھی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے تم کبھی کبھی باتصویر رسالوں میں کھو جاتیں۔ تصویروں میں نوخیز لڑکیاں ہوتیں جو کندھوں پر بندوقیں سنبھالے مارچ پاسٹ کر رہی ہیں۔ لڑکیاں جو ہسپتالوں میں ڈاکٹری کام کر رہی ہیں تم حیرت و حسرت سے ان تصویروں کو دیکھا کرتی تھیں۔ "یہ بھی لڑکیاں ہوئیں" ہولے سے ان تصویروں کی طرف دیکھتے ہوئے ایک دفعہ تم نے کہا تھا۔ اور جب میں نے تمہیں بتایا کہ اس دنیا میں بہت سی سیاستدان عورتیں بھی ہیں ــــ عورت سیاستدان بھی ہے عورت ادیبہ بھی ہے، عورت شاعرہ ہے۔ تو تم حیرت سے اپنی آنکھیں پھیلائے میری طرف دیکھتی رہی تھیں اور میں تمہارے چہرے کی اُمنگ بھری لکیروں کو بہت دیر تک پڑھتا رہا تھا۔

لیکن اس کے ڈھائی سال بعد تمہاری اُمنگوں کا جواب اس طرح سے ملا کہ تمہیں تین انسانوں کے گلے مڑھ دیا گیا۔ اور تم بچہ پیدا کرنے والی ایک کل بن کر رہ گئیں۔ لیکن تمہاری حساس طبیعت زیادہ دیر تک اسے برداشت نہیں کر سکی۔ تمہارے سینے کے اندر ایک دل تھا جو ایک پریتم کے لئے دھڑک سکتا تھا۔ جو ایک ماں اور ایک باپ کو پیار دے سکتا تھا۔

اور ایک دن ہم نے سُنا کہ سب کی مِنتوں اور مشوروں کو بالائے طاق رکھ کر تم نے اپنا سسرال چھوڑ دیا۔ سماج کی تونیں آنکھیں چمک اٹھیں۔ بزرگوں نے انگلیاں اٹھائیں۔ اڑوس پڑوس کی عورتیں طعنے تشنے دینے لگیں۔ پڑھ لکھ کر یہ نوبت! ماں باپ کے اُجلے نام پر داغ لایا۔ ایسی لڑکی ہونے سے تو ہزار بھلا تھا کہ اوپلے کا ایک ٹکڑا ہوتا جلانے کے کام تو آتا۔ کسی سے لاگ لپیٹ ہو گی تبھی تو اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیا۔ اس سے تو مرتی اچھا تھا، کمینی .... بے حیا.... جب تم اپنے گھر گئیں تو والدین نے بھی سیدھے منہ بات نہیں کی۔ تمہارے اپنے اکیلے بھائی انجگ

نے تمہیں اس صورت میں دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی جو تمہیں اپنی جان سے زیادہ پیارا تھا۔ جب وہ بیمار ہوتا تھا تو تم ساری رات اُس کے سرہانے پر جاگتی رہتیں۔ جس نے ڈولی، پلنیں ایسی کئی لڑکیوں سے رومان لڑائے تھے اور آخیر میں کسی کا بھی نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے باوجود وہ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا اور بہن کا دلارا تھا۔ کسی نے ان کی حرکتوں پر مذمت نہیں کی تھی۔

تمہاری چہیتی سہیلیاں سلمیٰ، پدما، نیما بھی تم سے بچھڑ گئیں تمہارے عزیز و اقارب تمہیں حقارت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے ان حالتوں نے تمہاری زندگی کو اجیرن بنا دیا۔ وفورِ غم سے گھل گھل کر تم کانٹا جیسی بن گئیں۔ تمہارا حسین چہرہ پیلا پڑ گیا اور جھریوں و جھائیوں کی گھناؤنی لکیروں نے اس کو زیادہ بھیانک بنا دیا۔ لوگوں کو تمہاری شکل سے گھن آتی تھی۔ تمہارے ان جلے ہوئے زخموں پر نمک پاشی تب ہوئی جب محلے کے بدتمیز لونڈوں نے دل پھینک تماش بین جوانوں کی شہہ میں آکر تمہارے چہرے کو "چھلنی" سے مناسبت دے کر شور مچانے لگے۔ یہ وہ کلفتیں تھیں جو تم جیسی ایک نازک اندام لڑکی پر گذریں سارا عالم اس وقت تمہیں اپنا دشمن نظر آنے لگا جس میں بسنے والے انسان اَن گنت سانپوں اور بچھوؤں کی طرح پھن پھیلائے پھنکار رہے ہوں۔ تم تو میری نگاہوں سے اوجھل تھیں رہ ولی: لیکن میں تمہارے متعلق مسلسل سنتا رہا۔ کبھی سُنتا تم بیماری سے سسک رہی ہو، کبھی سُنتا تم اپنا دم توڑ رہی ہو اور کبھی خبر آتی کہ تمہارے دماغ نے جواب دیا ہے اور رات دن بڑبڑاتی رہتی ہو لیکن پھر یہی سُن لیتا کہ تم زندہ ہو۔

آج دو سال کے بعد میں تمہارے پاس سے گزر رہا ہوں۔ تم اپنے دروازے پر کھڑی ہو۔ مجھے دیکھتے ہی تم نے اپنا جھریوں سے بھرا ہوا بوڑھا چہرہ چھپانے کی ناکام سعی کی اور ایسا کرتے ہوئے شاید تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہاری شکل دیکھ کر مجھے گھن آ جائے گی جس طرح تمہاری سہیلیوں اور عزیزوں کو آتی ہے۔ اور شاید تم یہ سمجھ بیٹھی ہوں گی کہ میں شہر میں عیاشی سے اپنی زندگی گذار رہا ہوں گا اور کسی دفتر میں بڑا افسر بنا ہوگا۔ ایک دن

تمھارے مکان کے سامنے میں نے تم سے کہا تھا۔ رتّی - میں آگے پڑھنا چاہتا ہوں۔ لیکن جونہی دسویں میں پاس ہونے کا رزلٹ ملا۔ ماں کی آبدیدہ آنکھیں پھر گئیں اور باپ کا پُر اُمید مغموم چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا بیٹا تم نے اب بہت پڑھ لیا۔ اب کچھ کام شام ڈھونڈو۔ میرے بازوں میں اب کچھ طاقت نہیں۔ باپ کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر میرا گلا رندھ گیا اور دل بھر آیا تبھی سے میں نے آگے پڑھنے کا خیال اپنے دل سے اُس کانٹے کی طرح کھُرچ پھینکا ہے جو کانٹوں کی جھاڑ پر ننگے تلوے پڑ جانے سے چُبھ جاتے ہیں۔ اب تو میں نے سرکاری ملازمت بھی اختیار کی ہے۔ کلرک ہوں، ۸۵ روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ یعنی ۵۰ روپے اصلی تنخواہ ۲۵ روپے فرانٹیر الاؤنس اور دس روپے قحط الاؤنس ملتا ہے۔ تم ہی سوچو رتّی - اس بڑے کُنبے کے گزارے کا انحصار اسی تنخواہ پہ ہے

رتّی تمھیں یہ جان کر بڑی حیرت ہوگی کہ میں نے شادی کی ہے۔ ہاں شادی - لوگ تو سمجھتے ہیں کہ رنجیت ایک خشک طبع جوان ہے جس کو ازدواجی زندگی سے ذرّہ بھر بھی پریم نہیں۔ رتّی - یہ تو لوگوں کا غلط خیال ہے میں ازدواجی زندگی کا مخالف نہیں بلکہ ایک خوش گوار ازدواجی زندگی کے حق میں ہوں۔ میرے سینے میں بھی ایک دل ہے جو اُمنگوں کی تپش سے دہکتا ہے۔ لیکن میں تو ہمیشہ ایک ایسی ازدواجی زندگی کا خواہاں ہوں جس ماحول میں رہ کر انسان اپنی ذمہ داریاں ... نبھا سکے۔ اپنے بچوں کو وقت کے تقاضے کے مطابق تعلیم دلا سکے۔ جس ماحول میں انسان کتابیں پڑھ سکیں، کتابیں خرید سکیں اور اپنے گھر کو معاشی بدحالی کی بنا پر ہونے والی دانتا کل کل سے بچا سکے جیسا کہ اکثر ہم اس ماحول میں دیکھتے ہیں۔ لیکن آنگھو میری ہی بیوی نہیں بلکہ میرے چھوٹے اور منجھلے بھائی کا اس پہ اُتنا ہی حق ہے جتنا حق میرا ہے۔

میں اب اس ازدواجی زندگی سے بہت نالاں ہوں رتّی آنگھو میری عورت ہے لیکن جیون ساتھی نہیں۔ آنگھو کو میرے گلے مڑھ دیا گیا ہے۔ میں نے اُس سے شادی نہیں کی ہے۔ اچھی رتّی! تم بہتر جانتی ہو۔ میں کتابوں کا کتنا شائق ہوں۔ کتابیں میری جان ہیں، کتابیں میرا تن ہیں۔ انھیں کتابوں میں میں نے دھرم اور اخلاق کی اُونچی قدریں دیکھی ہیں لیکن جب میں اپنی زندگی کی کڑیاں اخلاق اور دھرم کی اُن کڑیوں سے ملاتا ہوں تو میرے سینے میں ہُوک سی اُٹھتی ہے۔ حوادث کے تھپیڑوں کو سہار لیتا لیکن ضمیر کی اس ہلکی آواز کو بھی نہیں سہار سکتا۔ کتنی خالی خولی اور کھوکھلی ہے یہ زندگی!!! چار بجے جب میں دفتر سے گھر آتا ہوں جی چاہتا ہے کہ آنگھو سے کچھ باتیں کروں۔ پیار کی باتیں، محبت کی باتیں، اس تھکن کو دُور کروں جو دن بھر ضخیم فائیلوں پر جھکنے کی بنا پر ذہن پر غنودگی کی طرح چھائی رہتی ہے یا اُن جھڑکیوں کو تھوڑی دیر بھول جاؤں جن کو میرے کان کھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آنگھو ایسا نہیں کر سکتی۔ اُس نے اپنے دل کو چیر کر تین حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ میرا اپنا ایک دل پتھر کی طرح جامد ہو گیا ہے۔ کاش میں کٹھنائیاں قہقہوں میں گھُلا سکتا جو وقت ہمیں مسلسل پلاتا رہتا ہے لیکن میں آنگھو کو کیوں دوش دوں اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ میں آنگھو کو کبھی بُرا نہیں کہوں گا رتّی! کبھی نہیں۔ وہ تو محض بھولی بھالی سی لڑکی ہے۔ باتیں تو بہت کم کرتی ہے۔ جب میں کبھی دُکھ کی باتیں اس کو سناتا ہوں تو اس کی نینیں بھیگ جاتی ہیں اور وہ بڑی دیر تک بجھی بجھی سی رہتی ہے۔

اچھی رتّی مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ تم ایک بچّی کی ماں بھی بنی ہو۔ تم نے اس کا نام داوا رکھا ہے۔ داوا — چاند! کیا ہی پیارا نام ہے۔ میری دعا ہے تمھاری یہ چاند اپنی اُجلی چاندنی سے دلوں میں پیار کی جوت جگائے۔ اب آنگھو کو بھی ایک بچّی پیدا ہوئی ہے۔ ہم نے اُس کا نام نیمار رکھا ہے۔ سورج کبھی کبھار میں آنگھو سے کہتا ہوں۔ آنگھو! اپنی ننھی کا ہمیشہ

خیال رکھنا۔ جب ننھی بڑی ہو جاوے گی تو اس کی اُن خواہشوں کا احترام کرنا جن پر اُس کی حیات کھڑی ہے۔ وہ یہ سُن کر مسکرا دیتی ہے اور بڑی سادگی سے کہتی ہے۔ یہ بچی کیا خواہش رکھے گی۔

داوا کی ماں! تم یہ بہتر سمجھ سکتی ہو کہ بچی کیا خواہش رکھتی ہے۔ اب تو نوجوان آنکھو کے چہرے پر وقت سے پہلے جھریوں نے اپنی گھناؤنی پرچھائیاں ڈالنی شروع کی ہیں اور اس کے بالوں میں سپیدی کا پرتو پڑ چکا ہے۔ یہ جھریوں سے بھرپور چہرے مجھے زندگی کا ایک انمول سبق دیتے ہیں۔ یہ جھریاں نہیں بلکہ ہمارے سماج کی "عنایتیں" ہیں جو ہم نے اپنے آباؔ سے ورثہ میں پائی ہیں۔ جن کی تہ میں بے زبان لڑکیوں کی روندی ہوئی آرزوئیں ہیں۔ اُن کے چہرے کے لرزتے ہوئے آنسو ہیں۔ ہونٹوں کی خاموش فغاں ہے۔ وطن کی اَن گنت عورتوں نے اس صدمے کو جھیلا ہے اور جب تک سماج کے یہ بوسیدہ نظام۔ ۔ ۔ ۔ ہیں جھیلتی رہیں گی۔

داوا کی ماں! یہ آرزوئیں آخر کب تک روندی جائیں گی۔ یہ ہونٹوں کی خاموش فغاں اور یہ لرزتے ہوئے آنسو ایک دن رنگ لائیں گے اور یہ جھریاں انقلاب کے پھول اُگائیں گی اور تم بھی تو اس انقلاب کی جنم داتا ہو رہی ہو! تم ماں ہو۔ ماں بہت بڑی ہوتی ہے۔ بہت اُونچی ہے ماں کی عظمت۔ ماں حیاتِ انسانی کا سرچشمہ ہے۔ اسی نے جیالے مردوں کو جنم دیا اور اسی کی کوکھ سے وہ جوان مرد اُبھرے ہیں جنھوں نے انسان اور انسان کے درمیان ظلم اور امتیاز کی دودھاری تلوار کی جگہ پیار و محبت کے پُل ملائے ہیں۔ تمھاری داوا بھی تو آج کی بچی، کل کی بہن اور مستقبل کی ماں ہے!

داوا کی ماں! آج تمھاری زندگی نے تم سے ایک سوال کیا ہے وہ سوال کیا ہے؟ جب تمھاری یہ جگر پارہ سنِ رشید کو پہنچے تو اس کی قسمت کسی سے وابستہ کرتے وقت اُس کی مالی راحت دیکھنے سے پہلے اپنی داوا کی اُس چھوٹی سی خواہش کا بھی خیال رکھنا جو اس کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے اور جس خواہش کو اس نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر پروان چڑھایا ہے۔ اور یہی چیز اس فرسودہ نظام پر پہلی ضرب ہے۔

خریداروں سے

ہمپوشش کے خریداروں سے التماس ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ اُن کا پہلے سال کا چندہ ختم ہو رہا ہے۔ ہمپوشش کو جاری رکھنے اور اس کو زیادہ مفید بنانے کے لئے ضروری ہے کہ رسالہ کو مالی اعتبار سے آسودہ حال بنا دیا جائے۔ لہٰذا گذارش کی جاتی ہے کہ آپ اپنی اولین فرصت میں ہمپوشش کا پیشگی چندہ ارسال فرمادیں تاکہ رسالہ آپ کے نام برابر جاری ہوتا رہے۔ جن معزز خریداروں نے ابھی تک چندہ ارسال فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ہے اُن سے بھی درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جلد از جلد چندہ بھیج کر ممنون فرمادیں۔

(آنریری منیجر)

بشمبر ناتھ

ماٹی اور کمہار

سات سال کے راجہ کی ہر ہر ادا معصوم ہے ۔ باتیں معصوم، قہقہے معصوم، سوچیں معصوم اور کھیل کود کے انداز معصوم، شوخی، چلبلاہٹ اور چنچل پن نے معصومیت کو اور بھی نکھارا ہے ۔ چھوٹی سی دنیا ہے راجہ کی ۔ گھر سے لے کر گلی تک یا پھر گلی سے لے کر اپنے سکول تک۔ لیکن راجہ اپنی اس مختصر سی دنیا کی حدیں ہر وقت، ہر دن اور ہر ہفتہ بڑھاتا رہتا ہے ۔ ہر نئی چیز، ہر نئے خیال اور ہر نئے آدمی میں راجہ کے لئے کشش ہے اور وہ پورے انہماک اور مستعدی کے ساتھ ہر معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے ۔ پوری لگن کے ساتھ۔ معصوم عقل کچھ سمجھتی ہے کچھ نہیں سمجھتی، پھر بھی ہر نئے پن پر خیالوں کے جالے بُننے لگتی ہے ۔ ان جانی باتوں کے ڈانڈے جانی پہچانی باتوں سے ملاتی ہے ۔ مشابہتوں کا جائزہ لیتی ہے ۔ غیر متشابہ باتوں کو کھوجتی ہے اور پھر رد و قبول کے عمل سے نتیجے نکالنے لگتی ہے ۔ یہ نتیجے کبھی صحیح بھی ہوتے ہیں کبھی غلط بھی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش میں راجہ کی سوچیں گڈمڈ ہو کر رہ جاتی ہیں دھاگے اُلجھ جاتے ہیں اور راجہ اس اُلجھاؤ میں پھنس کر جھٹ میری طرف بھاگ آتا ہے ۔ سوالوں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے کیوں اور کیسے کا تانا بانا لگ جاتا ہے ۔ بات کی تہ تک پہنچنے کی اس دھن میں راجہ میرے اچھے بُرے موڈ کی بھی پروا نہیں کرتا ۔ برابر پوچھے جاتا ہے "پاپا جی! ایسا کیوں ہوتا ہے، ایسا کیوں نہیں اگر ایسا ہو تو پھر؟" اور پھر ادھوری ہی بات سن کر اس کی سوچیں چوکڑیاں بھرنے لگتی ہیں، پھدک اُٹھتی ہیں۔ اس چڑیا کے بچے کی طرح جو پہلی بار گھونسلے سے باہر آ کر اڑنے کی مشق کر رہا ہو ۔ ہلکا سا اشارہ پا کر راجہ اپنے لئے نتیجے نکالنے لگتا ہے ۔ معصومیت کو یہ غرض نہیں کہ نتیجہ درست ہے یا غلط ۔ وہ تو اُلجھاؤں سے بھاگنا چاہتی ہے اور جونہی ذہنی اُلجھاؤ ذرا ڈھیلے ہونے لگتے ہیں راجہ آگے کچھ سننے کی پروا نہ کر کے قلانچ بھر کر چلا تا ہے "ہاں پاپا مجھے پتہ ہے ۔"

تیسری جماعت کے نصاب میں اُسے 'بال بھاشا' اور 'سماج وگیان' نام کی دو کتابوں کے ساتھ خاصی دلچسپی ہے ۔ کھیل کود سے تھک ہار کر جب وہ ماں کے اصرار پر کتابوں کا بستہ کھولتا ہے تو اکثر انہیں دو کتابوں کی ورق گردانی شروع ہو جاتی ۔ حساب سے وہ کنی کتراتا تھا ۔ شاید اس لئے کہ میں خود بھی ہندسوں سے گھبرا جاتا ہوں ۔ یا ہو سکتا ہے کہ حساب سے راجہ کو متنفر کرنے کا ذمہ دار وہ تھپڑ ہو جو ایک دن میں نے جمع تفریق کے سوال کراتے وقت اُسے جھنجھلا کر مارا تھا ۔

ہاں تو سماج وگیان میں اس نے شروَن کمار کی پتر بھگتی بھی پڑھی اور ستیہ وادی راجہ ہریش چندر کی کہانی بھی ۔ دونوں کہانیاں اُسے پسند آئیں لیکن جب شروَن کے سینے میں دشرتھ

کا تیر پیوست ہوا تو راجہ نے بھیگی بھیگی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ راجپوت شکار کیوں کرتے ہیں پاپا جی؟ اندھیرے میں تیر کیوں مارتے ہیں۔ کیا دشرتھ کوئی اندھا تھا۔ دیکھ کر تیر کیوں نہیں چلایا؟"

راجہ کے لب و لہجہ سے مجھے محسوس ہوا جیسے شرون کمار کوئی افسانوی کردار نہ تھا۔ راجہ کا ہی ایک بھائی ایک ہم جولی تھا جسے تڑپتا دیکھ کر راجہ کا کومل من خود بھی تڑپ اٹھا ہو۔ معصومیت پہلی بار گھائل ہو چکی تھی۔

ہریش چندر کے المیہ کا خوش گوار انجام راجہ کو پسند آیا۔ خاص کر روہت کا مر کر پھر زندہ ہو جانا۔ اتنا پسند کہ اس دن راجہ نے شرون کمار کی ایک تصویر بھی اپنے البم میں چسپاں کر دی اور راجہ ہریش چندر کی تصویر بھی۔

البم میں تصویریں چپکانا اب راجے کا ایک شغل بن گیا ہے۔ سکول سے آ کر وہ ہر نئے سبق کو پھر سے پڑھ لیتا ہے، پھر سوچتا ہے، پھر پڑھتا ہے اور جب اس کی سوچ کو کوئی کنارا مل جاتا ہے تو وہ احتیاط اور شردھا کے ساتھ قینچی لے کر کتاب سے اپنے نئے ہیرو کی تصویر کاٹ لیتا ہے۔ اسے تراش خراش کر درست کر لیتا ہے اور پھر اسے البم میں چپکا لیتا ہے۔ لیکن راجے کا البم اتنا سا تو نہیں ہے کہ ہر تصویر کو اس میں جگہ مل سکے۔ وہی تصویر البم میں چپک جاتی ہے جس کو راجہ کے چھوٹے ننھے دل میں جگہ مل گئی ہو۔ اس لحاظ سے راجے کا البم اس کے دل کے چترپٹ کا ایک ظاہری روپ ہے۔

کچھ دن ہوئے مجھے راجہ کے اس البم کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں بھگوان بدھ بھی تھے اور مہاویر بھی۔ یہاں راجہ رامچندر بھی تھے اور مہارانی سیتا بھی۔ باپو کی تصویر بھی یہاں چپک گئی تھی اور چاچا نہرو بھی براجمان تھے۔ ہر تصویر قرینے سے چپکائی گئی تھی اور اس قرینے کے پیچھے گہری شردھا کا ایک شفاف سوتا بہتا نظر آ رہا تھا۔

گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہو گئیں تو راجہ کی پڑھائی کی طرف مجھے زیادہ توجہ دینا پڑی۔ پچھلے سبق راجہ کو ازبر ہو چکے تھے اس لیے پال بھاشا اور سماج وگیان کے اگلے سبق شروع ہو گئے۔

پہلے دن مہارانا پرتاپ سے تعارف ہوا۔ برق رفتار چیتک پر چوڑے چکلے سینے اور بارعب مونچھوں والے سورما پرتاپ کی تصویر کو راجہ کافی دیر تک غور سے دیکھتا رہا۔ پھر یکایک پوچھنے لگا۔

"اکبر مسلمان ہوتا ہے نا پاپا؟" میں نے اثبات میں سر ہلا دیا راجہ نے پھر پوچھا۔

"اکبر نے میواڑ پر حملہ کیوں کیا تھا؟"

"میواڑ کو جیتنے اور اپنے راج میں ملانے کے لئے۔"

"مہارانا پرتاپ ہندو تھا نا؟"

"ہاں" میں نے بنا سوچے سمجھے ہی ہاں میں ہاں ملا دی۔

"اور مان سنگھ راجپوت نہیں تھا کیا؟"

"ہاں مان سنگھ بھی راجپوت تھا بیٹا۔"

"پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ کیوں مل گیا تھا؟"

اب میں چونک گیا اور ٹوک کر کہا "یہ ہندو مسلمان کی کیا رٹ لگا رکھی ہے تو نے۔ وہ تو بادشاہت کی باتیں تھیں۔ مان سنگھ اکبر کا وزیر تھا اس لئے اپنے مالک کی طرف سے لڑا۔"

"پاکستان بھی مسلمان ہے نا پاپا؟" راجہ نے سوچ کی ایک اور جست لگائی۔

میں ہڑبڑا سا گیا اور ننھے راجے کو اس خطرناک چکر سے نکالنے کے لئے میں نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کی اور کہا

"بس اب رہنے بھی دے، اپنا سبق یاد کر۔"

اور راجہ مرعوب سا ہو کر چپ ہو گیا۔

میں نے راجے کو چپ تو کرا لیا لیکن اس کے ننھے س

کچھ ذہنی رجحان نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا۔ اس دن میں اسی خیال میں مسرور بھی نہ ہو سکا کہ راجہ کے ننھے سے ذہن کو تعصب کی اس آلائش سے کیسے بچایا جائے۔ مذہبی منافرت کے اس زہر کو دھو کر کیسے جائے۔ میں ابھی اس گتھی کو سلجھا بھی نہ سکا تھا کہ ایک دن راجہ نے ایسا ہی ایک اور قصہ چھیڑ دیا جس میں ہندو تھا۔ مسلمان تھا۔ سکھ تھا۔ عیسائی تھا۔

میں سٹپٹایا۔ جس زہر کو میں روکنا چاہتا تھا۔ وہ معصومیت کے رگ و ریشے میں سرایت کرتا چلا جا رہا تھا اور قرأۃ انسانیت اس زہر کو روکنے کے بدلے اور بھی پھیلائے جاتی تھی۔ زندہ داستانیں ڈنکے کی چوٹ، مآل سے بے نیاز ہو کر۔ میرے پاس تریاق ہی کون سا تھا جو اس زہر کی بلا کا تدارک کرتا۔ زچ ہو کر میں نے راجہ کو ایک گھُڑکی سنا دی اور وہ پیٹ کر بھاگ گیا۔ راجہ تو چلا گیا لیکن میری پریشانی بڑھنے لگی۔ کچی مٹی پر منحوس نقش جمائے جا رہے ہیں۔ اس کا سدّباب ضروری ہے۔

اگلے دن جب رانی جھانسی کی کہانی پڑھی گئی۔ رانی کی جانبازی نے راجہ کو بہت متاثر کیا۔ وہ رانی کی اس تصویر کو دیر تک دیکھتا رہا جس میں لکشمی بائی رن چنڈی بن کر گھوڑے پر سوار دکھائی گئی ہے۔ گھوڑے کی باگ اس نے دانتوں میں دبا رکھی ہے اور دونوں ہاتھوں میں خون آشام تلواریں۔ خیالات پھر اُلجھ گئے اور راجہ پوچھنے لگا:

"عورتیں بھی لڑتی ہیں پاپا؟"

"ہاں بیٹا۔ جب ضرورت پیش آئے تو عورت تلوار بھی اُٹھا لیتی ہے۔"

"وہ ڈرتی بھی نہیں؟"

"ڈر کا ہے کا؟ ڈرتے ہیں کاپُرش۔"

"لکشمی بائی بڑی ویر تھی کیا؟"

"بڑی ویر ناری تھی بیٹا"

"انگریزوں کے ساتھ اس کی لڑائی کیوں ہوگئی؟"

"بھارت کی آزادی کے لئے۔ انگریز آزادی نہیں دیتے تھے اور رانی اور بھارت کے ہندو مسلمان سبھی آزادی چاہتے تھے۔"

"مسلمان بھی؟"

"ہاں بیٹا۔ اس جنگ میں ہندو مسلمان ایک ساتھ لڑے۔"

"آزادی مانگنا کوئی پاپ ہے کیا؟"

"پاپ نہیں ہے۔ پر کبھی کبھی اسے پاپ بھی سمجھا جاتا ہے۔"

"بھلا، آزادی مانگنا پاپ کب بن جاتا ہے؟"

"جب لینے والا ضد کرے اور دینے والا نہ دینا چاہے۔ دھاندلی پر اُتر آئے۔"

"انگریز دھاندلی کرتا تھا؟"

"دھاندلی ہی کی تھی بیٹا۔ جبھی تو لڑائی ہوگئی۔"

"کیوں؟"

میں اس کیوں کا آسان سا جواب سوچ ہی رہا تھا کہ راجہ اُچک کر الیکشنی ایام کی یاد تازہ کرتا ہوا "دھاندلی نہیں چلے گی۔ بے ایمانی نہیں چلے گی۔" کی ہانک لگا کر اپنے ہمجولیوں میں پہنچ گیا۔ شام کو جھانسی والی رانی راجہ کے البم میں آگئی۔

بھگت سنگھ کی پھانسی اور جلیانوالہ باغ کی خونچکاں داستان پڑھ کر راجہ کی پیاری پیاری معصوم آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اسے جذبات نے مغلوب کر دیا۔ رقت طاری ہوگئی اور وہ ہونٹ چبا چبا کر رہ گیا۔ اس روز خلافِ معمول راجہ نے کوئی سوال بھی نہیں پوچھا۔ دن بھر چھٹپٹاتا رہا، کھویا کھویا سا۔ معصوم ذہن ایک بار پھر گھائل ہو گیا تھا۔ میں طوفان کی اس شدت کو بھانپ گیا جس نے معصومیت کی پُرسکون دنیا میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ شام کو میرے بہلانے سے آندھی تھم سی گئی اور نئی اُلجھنوں نے راجہ کو پھر پوچھنے پر مجبور کر دیا۔

"روس ہمارے ساتھ نہیں تھا پاپا جی؟"

"ہاں بیٹا وہ بھی ہمارا دوست ہے۔"

"اور امریکہ ؟"

وہ بھی ہمارا دوست ہے۔"

اور انگریزوں کا ؟"

اُن کا بھی دوست ہے۔"

وہ اُسے پھر گڈمڈ ہو گئے۔ پیاسی اُلجھن میں مدھ ماتی نندیا رانی نے راجہ کو اپنی پُرسکون آغوش میں لے لیا۔

راجہ تو سو گیا تھا لیکن میری ذہنی پریشانی زیادہ جاگ اُٹھی تھی۔ سوچ رہا تھا کیا یہی ہے وہ تہذیب جس پر ہم ناز کیا کرتے ہیں یہ تعلیم کیسی جو ننھی ننھی پود کو بچپن ہی سے الگ الگ خانوں میں بانٹنے لگتی ہے۔ ہندو خانے، مسلمان خانے۔ عیسائی خانے۔ کیا یہ زہر آگے جاکر "ایک دنیا" عالمگیر محبت اور بھائی چارے کے لئے سم قاتل نہیں بن سکتا ؟ کیا یہ خانے کبھی مستقل اور پختہ ڈربوں کی شکل اختیار نہیں کریں گے۔

مئی کے دوسرے ہفتے میں بڑی گہما گہمی رہی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی پہلی صد سالہ برسی تھی۔ گلی گلی پوسٹر لگے، منادیاں ہوئیں جلسے جلوس ہوتے رہے۔ ریڈیو پر خاص فیچر اور گانے نشر ہوئے۔ شہیدوں کی بڑی بڑی تصویروں کی نمائش ہوئی۔ اخباروں اور رسالوں نے موٹے موٹے خاص نمبر نکالے اور منگل پانڈے، نانا صاحب، تانتیا توپی، بہادر شاہ ظفر، رانی جھانسی اور بخت خاں ایسے کتنے ہی سرفروشوں کے کارنامے دُہرائے گئے۔ ہندو مسلم اتحاد کے نقشے کھینچے گئے اور انگریزوں کے ظلم کی داستانیں دردناک پیرائے میں بیان کی گئیں۔

راجہ تونے ہوئے گھوڑے کی طرح سب کچھ پی گیا۔ انہماک کے ساتھ سن ستاون کے "غدر" کے واقعات سنتا رہا۔ اس کی معلومات اور بڑھ گئی تھیں، اور معلومات کے ساتھ جذبات کی تلخی اور تندی بھی۔ البم کا حجم بھی بڑھ چلا تھا۔ ہفتہ بھر یہی چکر چلتا رہا۔

نئے گانے سیکھے گئے۔ ان میں نیتا جی کی آزاد ہند فوج کا گانا بھی تھا۔ 'قدم قدم بڑھائے جا'۔ راجہ گلی محلے کے لڑکے لڑکیوں کو صف آرا کرکے 'دلی چلو' کے نعرے لگاتا اور ننھی پلٹن 'قدم قدم بڑھائے جا' پر فوجی مارچ کرنے لگتی۔ وہی جھنڈے، وہی ہاتھ، وہی قدم، چھوٹے چھوٹے، پیارے پیارے۔ میں دیکھتا ہی رہ جاتا۔

۱۸۵۷ء کی بغاوت کی چرچے ختم ہو گئے تو میں نے راجہ کو پھر کتابوں کی یاد دلادی۔ بستہ کھلا تو پھر وہی بال بھارتی اور سماج وگیان کی دنیا سامنے آگئی۔

آج کا سبق تھا مہاتما عیسیٰ مسیح۔

سبق شروع ہوتے ہی راجہ نے پوچھا۔ "عیسیٰ مسیح کون تھا پاپا جی ؟"

"انگریزوں کا پیغمبر" میں نے بنا سوچے سمجھے ہی جواب دیا۔

"پیغمبر۔ یا پیغمبر کیا ؟"

"اوتار بیٹا۔ جیسے کرشن جی اور رامچندر جی اوتار تھے۔"

راجہ کے بدن میں یکایک ایک تناؤ سا پیدا ہو گیا۔ آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں اور اس نے کتاب کو نیچے پٹک کر کہا "میں عیسیٰ مسیح نہیں پڑھوں گا۔"

میں نے گھبرا کر پوچھا "کیوں۔ کیوں نہیں پڑھو گے ؟"

نہیں پڑھتا۔ انگریزوں کے اوتار کی کہانی نہیں پڑھوں گا۔"

۱۸۵۷ء کی بغاوت نے ۱۹۵۷ء کے ننھے راجہ کو باغی بنا ڈالا تھا اور یہ بغاوت مہاتما عیسیٰ سے تھی۔ انگریز قوم کے خلاف تھی اور پھر راجہ اپنے باپ سے بھی کچھ کچھ باغی ہو رہا تھا۔ نفرت کے جذبے کو ایک اور افق مل گیا تھا۔

میں ٹھٹک سا گیا۔ راجہ کے تیور بدل گئے تھے۔ میں نے جلتی پر پانی ڈالنے کی تدبیر سوچ کر کہا۔ "چلو آج پڑھائی بند۔ کیرم کی بازی شروع۔ آج ہمارا تمہارا میچ ہوگا۔ اور کتابیں ایک طرف رکھ کر ہم کھیل کی دنیا میں محو ہو گئے۔

بکرم ہم پہلے بھی کھیلتے رہتے تھے اور ننھا راجہ اکثر ہار ہی جاتا۔ مگر کبھی کبھی اس کا دل بڑھانے کے لئے میں جان بوجھ کر اُسے جیتنے دیتا۔ سیمابی فطرت راجہ ہمیشہ کھیل کو کھیل ہی سمجھتا آیا تھا۔ ہنسی مذاق کا ایک ذریعہ۔ اس لئے وہ سٹرائیکر پر اوٹ پٹانگ ہاتھ مارتا۔ گوٹ کہیں ہوتی اور سٹرائیکر کہیں اور جا لگتا۔ لیکن آج نقشہ ہی مختلف تھا۔ راجہ خلافِ معمول سنجیدہ ہو کر کھیلنے لگا۔ ہار جیت کا پورا احساس لیے کہ۔ اس کی نرم و نازک انگلیوں میں آج بلا کا ضبط پیدا ہو گیا تھا۔ کیا مجال کوئی نشانہ چوک جائے۔ کوئی وار خالی ہو جائے۔ جیسے کھیل کھیل نہ تھا۔ میدانِ کارزار ہو۔ راجہ کے ہاتھ کی صفائی دیکھ کر میں حیران ہو کر رہ گیا۔ آج پہل اس کے ہاتھ میں تھی۔ میں مدافعت ہی کرتا جا رہا تھا۔ زیادہ زور کوئین پر تھا۔ راجہ کا ہر وار کوئین پر ہی رہتا اور میں کوئین کو بچانے پر تُل جاتا۔ جب میں کوئین کو راجہ کی زد سے بچا لیتا۔ راجہ دگنے عزم اور خود اعتمادی کے ساتھ مجھے چیلنج کرتا۔ "چھوڑوں گا نہیں۔ کوئین تو مجھے لینی ہے۔ یہ لو گئی۔" اور سچ مچ کوئین راجہ کے قبضے میں آ جاتی۔ یکے بعد دیگرے تین بازیاں راجہ نے ہی جیت لیں۔ میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور راجہ اپنی کامرانی پر خوش تھا۔ جیسے اس نے کوئی میدان مار کر فتح کے جھنڈے گاڑ دئے ہوں۔

بکرم کی جیت نے راجہ کے تناؤ میں کمی کر دی اور وہ پھر اپنے اصلی رنگ میں آ گیا۔ میں اسی لمحے کا منتظر تھا۔ جھٹ تجویز پیش کر دی۔ "بکرم بند۔ کتھا کہانی شروع۔" راجہ جھٹ پٹ بکرم چھوڑ کر میری بغل میں کہانی سننے کے لئے جم گیا۔ خوش خوش۔ شاداں شاداں۔

"تو لو کہانی شروع۔ اگر دھیان سے نہ سُنی تو ساری نہیں سناؤں گا۔" میں نے اعلان کیا۔ دنیا جو اتنی دیر میں کہانی کا نام سنتے ہی میری گود میں آ کر دبک گئی تھی۔ بولی "دھیان سے سنیں گے پاپا۔ ساری سنانا۔"

"پریم پربھو ہے۔ سب سے پریم کرو۔" ایسی بات کہنے والے کو کیا ملنا چاہیئے؟" میں نے پوچھا۔

چھوٹے بہن بھائی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اور پھر دینا بولی:

"میں بتاؤں۔ لڈو۔ ہے نا پاپا جی؟"

دینا کی اس نادانی پر راجہ ہنسا اور بولا "تمہیں تو بس لڈو ہی لڈو آتا ہے۔"

"تو پھر؟"

"انعام۔ بڑا سارا انعام۔"

میں نے تاثر پیدا کرنے کے لئے کہا۔ "نہیں۔ گستاخ۔ ایسوں کو بڑی سخت سزا ملتی ہے۔"

راجہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا۔ "وہ کیوں؟"

میں نے اس کیوں کا جواب دینے کے بدلے پوچھا۔ "باپو کو کس نے مارا تھا؟"

راجہ بولا: "ایک پاگل نے۔"

"باپو نے ہمیں کیا سکھایا؟" میں نے پوچھا۔

راجہ نے جھٹ کہہ دیا۔ "کسی کو مارنا نہیں چاہیئے۔ سب کے ساتھ پریم کرنا چاہیئے۔"

"یہ کوئی بُری بات کہی تھی باپو نے؟"

"نہیں تو۔"

"تو پھر ایک پاگل نے اُسے جان سے کیوں مار ڈالا؟"

راجہ اُلجھ گیا۔ کچھ سمجھ نہ سکا۔

بس ایسا ہی ایک اور مہاتما وہ بھی تھا جسے پھانسی کے تختے پر لٹکایا گیا اور جس کے بدن میں میخیں گاڑ دی گئیں۔ کیونکہ وہ بھی کہتا تھا پریم پربھو ہے۔ سب سے پریم کرو۔ پھر میں نے نام ظاہر کئے بغیر اس مہاتما کی کہانی سنائی۔ اس اپدیش کا خلاصہ بھی سنایا جو اس مہاتما نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں کو دیا تھا۔ راجہ ہمہ تن گوش سنتا رہا۔ اور ایک ایک بات اس کے ننھے چہرے پر نقش ہوتی گئی۔

اقبال کول

کشمیر کی کہانی

فردوس ارضی، وادیٔ کشمیر کی ابتدا جھیلوں سے ہوئی ہے اس کے متعلق برہمن لوگ، بدھ مت دھرم گرنتھوں کے مطابق مختلف نظریے ان ہی کالموں میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ تاہم اس عجیب و غریب کہانی کا سائنس کی شہادت کی بنا پر یہ بیان خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ساخت زمین کی تحقیق سے متعلق سائنس، علم جیولوجی کے ماہرین یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آج سے لاکھوں برس پہلے جب زمین کو عالم وجود میں آئے ہوئے مقابلتاً کم عرصہ ہی گزرا ہوگا کہ سلسلہ کوہ ہمالیہ کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ زمین کا وہ وسیع حصہ جس پر اب کوہ ہمالیہ کا ہوش رُبا سلسلہ افغانستان سے برما تک پھیلا ہوا ہے۔ اُن دنوں میں بحرِ بیکراں تھا جس کا ساحل دور دراز تک پھیلا ہوا تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا زمین کی اندرونی قوتوں کے زیر اثر اس سمندر کی تہہ سے اُبھرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہ اُبھرتے اُبھرتے اس قدر بلند ہوتی گئیں کہ اس نے پہاڑوں کے ایک وسیع سلسلے کی شکل اختیار کر لی جو ہمالیہ، یعنی مسکنِ برف کے نام سے مشہور ہوا۔ جیولوجی کے ماہرین کا قول یہ بھی ہے کہ گو۔ ہمالیہ دُنیا بھر میں بلند ترین پہاڑ ہیں لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بہ لحاظ عمر سب پہاڑوں سے چھوٹے ہیں اور ابھی تک مزید اُبھرتے جا رہے ہیں۔

ہمالیہ کے دور تولید میں کچھ علاقہ جات مثلاً کشمیر، لداخ نیپال اور کچھ حصے آسام کے بھی نیچے بیٹھتے جا رہے تھے یعنی جب ان مقامات کے اردگرد کی سطح زمین اُبھر رہی تھی ان کی سطح زمین نیچے بیٹھتی جا رہی تھی۔ اس عمل سے وادیاں نمودار ہوتی گئیں اور سابقہ سمندر کا پانی ان وادیوں میں مقید ہوتا گیا۔ عین ممکن ہے کہ ستی سَرس کی اولین ابتدا کی وجہ سطحِ زمین کا یہی زیر و بم کا عمل ہی ہو۔ اس کی دیگر وجوہ بھی رفتہ رفتہ بیان کی جائیں گی۔

دریں اثنا، ہمالیہ کے پہاڑوں کے سطحِ زمین سے اُبھر آنے کے بعد ان پہاڑوں کے عالم وجود میں آنے سے پہلے سمندر کی جو نباتات اور جاندار مخلوق تھی وہ مستقل طور پر پہاڑی تہوں میں دب کر رہ گئی۔ ان نباتات و جانداروں کے اجسام رفتہ رفتہ پتھر بنتے گئے۔ مگر ان کی سابقہ ساخت و شکل برقرار رہی۔ اس طریقے سے جو اشیا پتھر بن جائیں انھیں فوسل کہا جاتا ہے۔ سوامی پرنوآنند کو کوہ کیلاش، تبت و ہمالیہ کے دیگر بلند مقامات کی سیاحت کے دوران میں ایسے فوسل ملے ہیں جو سمندر کی نباتات و جاندار مخلوق کے اجسام کے مختلف حصوں کے پتھر کی شکل اختیار کرنے سے وجود میں آئے تھے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پتھر کے سالگ رام، یا شولنگ، جسے ہندو بہت متبرک اور قابلِ پرستش خیال کرتے ہیں وہ ایک قسم کے سمندری کیڑے فوسل ہی ہیں۔ جو گھونگھے کی مانند ہوتا تھا۔ سوامی پرانو آنند فرماتے ہیں کہ سنسکرت زبان میں

شالگ رام کے معنی ہیں "پتھرایا ہوا کیڑا" اس سے ظاہر ہے کہ ہندو فوسل کے بارے میں موجودہ دور کے سائنس دانوں سے بہت عرصہ پہلے ہی جانتے تھے۔ تبت کے معالج اپنی دواؤں میں ایک سخت سی چیز استعمال کرتے ہیں جسے وہ "ڈگری" کہتے ہیں۔ یہ "ڈگری" ایک ہڈی کا پتھرایا ہوا جوڑ ہوتا ہے۔

کشمیر، لداخ، و بلتستان کے فوسل ہا کی عجیب و غریب خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسی نباتات و جاندار مخلوق کے پتھرائے ہوئے اجسام ہیں جو تازہ پانی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ فوسل تازہ پانی میں رہنے والی مچھلیوں، سیپیوں، ننھے ننھے خشکی کے پودوں سنگھاڑے کے سیاہ قول سے بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ وادی سے ۱۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ملتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سطح سمندر سے ۱۶۵۰۰ فٹ کی بلندی پر پائے گئے ہیں۔ یہ اس بات کا نمایاں ثبوت ہیں کہ کسی زمانے میں اتنی بلندی تک پانی ہی پانی تھا۔

خود وادی میں بھی سطحِ زمین پر مٹی اور پتھر کے ایسے انبار تہ در تہ موجود ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک وسیع جھیل کے پانی کا تہ زمین پر بیٹھا ہوا ٹھوس مادہ ہے۔ ان انباروں کی بلندی ایک سو سے ڈھائی سو فٹ تک ہے۔ اور یہ پانچ مربع میل سے لے کر پچاس پچاس مربع میل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جنھیں مقامی اور سرکاری اصطلاح میں "وڈر" اور "کاریوا" کہا جاتا ہے۔ یہ کاریوا ہائے تہ در تہ اُن پتھروں سے مستقل طور پر وابستہ ہیں جو ان کے نیچے پائے جاتے ہیں۔ تمام بیرونی سیاحوں نے جنھوں نے اپنی سیاحتِ کشمیر کا حال قلمبند کیا ہے۔ کاریوا ہائے کے بارے میں مفصل تبصرہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں مسٹر طامس تھامسن کی کتاب "مغربی ہمالیہ و تبت" کے ایک اقتباس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"عام طور پر یہ کاریوا جات اُن ندیوں سے متوازی پائے جاتے ہیں (جو دریائے جہلم) سے جا ملتی ہیں۔ وہ دامنِ کوہ سے شروع ہو کر دریا کے کنارے تک پھیلے ہوتے ہیں۔ وادی کے بالائی حصّے میں جا بجا اکے دُکے ٹکڑے بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی تہیں سطحِ زمین کے متوازی بنی ہوئی ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شروع شروع میں یہ تمام ٹکڑے ایک ہی سلسلے میں منسلک تھے۔ بعد میں یہ کٹ کٹا کر علیٰحدہ علیٰحدہ ہوئے۔ ان میں سے ایک ٹکڑا بہت بڑا ہے جو (وجے برور بیجبہاڑہ) میں واقع ہے یہ ایک سطح مرتفع شکل کی پہاڑی ہے۔ جس کے چاروں طرف وادی ہے۔ عیاں ہے کہ (اننت ناگ) کے قریب بہت سی کم بلند پہاڑیاں بھی ہیں۔

کاریوا جات کے اسی سلسلے کے دور دراز حصّے ہی ہیں۔ یہ سطح مرتفع شکل کی پہاڑیاں بڑی زرخیز مٹی کی بنی ہوئی ہیں۔ مگر یہ اکثر خشک ہیں اور عدم آب کاشت پڑی ہوئی ہیں۔ مگر جہاں پانی دستیاب ہو سکتا ہے وہاں اُن میں بہت کاشت ہوتی ہے۔ اور اُن میں گندم اور جو کی بہ کثرت پیداوار ہوتی ہے۔ پمپوں کے ذریعہ آب پاشی کرنے سے کاریوا جات یقیناً بہت ہی زرخیز ہو جائیں گے۔ کیوں کہ ان کی مٹی قدرتی کھاد سے پُر ہے۔ ہر کاریوا کی ساخت تقریباً ایک جیسی ہی ہے۔"

الیگزانڈر کننگھم کی تصنیف لداخ میں کاریوا کی جو تشریح کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔ "دریائے شوپیاں کے کنارے رامو کی سرائے سے اوپر، کاریوا نے تقریباً ایک سو فٹ اونچا بندھ سا باندھ رکھا ہے۔ یہ کاریوا، مختلف قسم کی مٹی اور پتھر کی تہوں کا مجموعہ ہے جو سطحِ زمین کے متوازی ہیں۔ اس کاریوا کا بالائی بیس فٹ حصہ سخت و زرخیز مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اس کے نیچے کی تہوں میں بیس فٹ تک گول پتھر اور مٹی ہے۔ اور سب سے نچلے ساٹھ فٹ کے حصہ میں نیلے رنگ کی مٹی کی لہردار تہیں ہیں۔ موخر الذکر مٹی کی تہ جھیل کے پانی کی اُس وقت کی تلچھٹ سے ہی بنی ہو گی جب وہ

عالم سکوت میں تھی۔ مگر درمیانی تہ جو گول پتھروں سے بنی پڑی ہے وہ اس وقت بنی ہوگی جب تنا مولا یا تپت مولا کے نیچے پہلی بار اُس جھیل کا پہاڑی بندھ ٹوٹا ہوگا۔ اور پانی یکلخت بڑی تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف بہہ نکلا ہوگا۔ اور سب سے بالائی حصہ کاریوا کا اُس مٹی سے بنا ہوگا جو جھیل کے رفتہ رفتہ کم ہوتے جانے سے پانی میں سے نیچے بیٹھتی جا رہی ہوگی۔ جب وہ اپنی نئی بنی ہوئی سطح تک پہنچی ہوگی۔ اس کے بعد جھیل کا پہاڑی تاس جوں جوں گھستا ٹوٹتا گیا تو مختلف ندیوں نے جھیل کی سابقہ تہ پر سے اپنے اپنے لئے راستے بنالئے۔ حتیٰ کہ جابجا جزیرے سے بنتے گئے۔ نونگر، پامپور (سابقہ نام پدم پور) کنک پور (سابقہ نام کنشک پور۔ کیونکہ اس جگہ سمراٹ کنشک نے ہی نگر بسایا تھا۔) کے کاریواجات شروع میں اُس پرانے وقتوں کی جھیل سے پیدا ہوئے جزیرے ہی تو تھے۔ رفتہ رفتہ انھوں نے مرتفعی سطح کی پہاڑیوں کی موجودہ شکل اختیار کرلی۔ جن کے چاروں طرف کھُلا میدان ہے۔"

علم ساختِ ارضی کے جن برگزیدہ ماہرین نے وادیٔ کشمیر کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے اُن کی رائے یہ ہے کہ جو پہاڑ مغرب کی جانب یعنی بارہمولہ کی طرف واقع ہیں اُن کا کچھ حصہ کمزور تھا جسے سائنس FAULT یعنی نقص" کہا جاتا ہے۔ جو ستی سرس کی زبردست لہروں کے روز افزوں اور لگاتار تھپیڑوں کی تاب نہ لاکر کسی زمانہ قدیم میں یہ کمزور حصہ بالآخر کٹ گیا ہوگا۔ اور اس شگاف میں سے مدتوں سے مقید پانی نے اپنا رہائی کا راستہ نکال لیا ہوگا۔ اس نظریے کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ارد گرد کے پہاڑوں میں جابجا بہت سے دراڑ و شگاف پائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شگاف یا تو ستی سرس کی لہروں کے عمل سے بنے ہیں یا زلزلوں کی پیداوار ہیں۔

وادیٔ کشمیر میں چھوٹی بڑی سات جھیلوں کی موجودگی جن میں ایشیا بھر میں سب سے وسیع جھیل وُلر بھی شامل ہے۔ ایک حیران کُن حقیقت ہے۔ کشمیر کی ۸۵۳۹ مربع میل وادی کے سوائے دنیا میں کہیں بھی اتنی جھیلیں پاس پاس واقع نہیں ہیں جو لگ بھگ سو ۱۰۰ مربع میل گھیرے ہوئے ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب ستی سرس کا پانی بہہ نکلا تو یہ جھیلیں بوجہ بیشتر اپنی گہرائی کے قائم رہیں۔ ان کا پانی ختم نہ ہوسکا۔ علاوہ ازیں وادیٔ کشمیر میں سینکڑوں ایکڑ زمین سیلی ہے۔ غالباً یہ کسی قدیم جھیل کی بچی کھچی یادگار ہے۔

بارہمولہ کی جانب کے پہاڑوں کے ٹوٹ پھوٹ جانے کا باعث ایک اور بھی اکثر بیان کیا جاتا ہے اور اس نظریے کی مزید حمایت میں حقائق و اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔ اس نظریے کے مطابق زمانہ قدیم میں متواتر زلزلوں کے دھماکوں نے ان مہیب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردیا۔ اس سلسلے میں فرانسیسی سیاح ڈاکٹر FRANCOIS BERNIOR نے جو اورنگ زیب کے ہمراہ سنہ ۱۶۶۴-۶۵ء میں کشمیر گیا۔ یوں بیان کیا ہے۔ "میرا خیال تو یہ ہے کہ کسی زبردست زلزلے کے باعث زمین کے اندر خلا پیدا ہوگیا اور یہ پہاڑ اُس خلا میں دھنس گئے۔ ایسے زلزلے ان ملکوں میں اکثر آتے ہی رہتے ہیں"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر برنیر کا نظریہ بہت حد تک صحیح ہے۔

اس جنت نظیر معصوم وادی کو اکثر زلزلوں کی تباہ کاریوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کشمیر کے شاعر مورخ پنڈت کلہن نے اپنی بے نظیر تصنیف راج ترنگنی میں جو ۷۸۲۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ زلزلوں کا متعدد بار ذکر کیا ہے۔ کشمیر میں کئی بار سخت زلزلے بھی آئے جن میں ۱۴۹۹ء، ۱۵۵۲ء، ۱۶۵۹ء، ۱۶۸۰ء، ۱۷۳۲ء، ۱۷۸۴ء وغیرہ کے زلزلے خاص طور پر بہت تباہ کن نوعیت کے تھے۔ ۲۶ جون ۱۸۲۸ء کے منحوس دن کشمیر میں اتنا زبردست زلزلہ آیا کہ اس سے بارہ ہزار مکان تباہ ہوگئے اور ایک ہزار نفوس تلف ہوگئے۔ ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء کو بارہمولہ میں ایک مہیب زلزلہ آیا جس کا مقام آغاز بھی شاید وہیں تھا۔ بارہمولہ کے قصبہ کے تین چوتھائی مکان مکمل طور پر برباد ہوگئے۔ اس زلزلے کا جھٹکا پانچ ہزار مربع میل کے رقبے میں محسوس کیا گیا۔ جس سے بیس ہزار مکان تباہ ہوئے۔

تیس ہزار مویشی اور تین ہزار انسان جان بحق ہوئے (اس زلزلے کے تقریباً ساٹھ برس بعد بارہمولہ میں ایک اور زلزلہ پاکستانی لٹیروں کے حملہ کی شکل میں نمودار ہوا)

میرزا غالب کے کشمیری شاگرد

(صفحہ ۸ سے آگے)

ریختی بھی کہتے تھے۔ اور اس میں نواکت تخلص کرتے تھے۔ جوانی کا بہت سا کلام دریا برد اور چوری ہوگیا۔ آخر عمر میں نعت کا شوق پیدا ہوا اور اس میں بھی اپنی طبیعت اور عقیدت کے جوہر خوب دکھائے اور مقبول ہوئے۔

رُباعیات

اک عمر یہ میں نے خوش معاشی کی ہے
اشکوں سے چمن میں آب پاشی کی ہے
دشوار ہے اب سانس بھی لینا ہمدم
آہوں نے میرے یہ دل خراشی کی ہے

گر خضر نے عمر جاودانی پائی — یا آب حیات کی نشانی پائی
کیا ناز کرے اس پہ کہ جب آخر — مرنے کے لئے یہ زندگانی پائی

ماٹی اور کمہار

(صفحہ ۷ سے آگے)

میں نے کہا جانتے ہو۔ پھانسی کے تختے پر لہولہان ہوتے وقت اس نے کیا کہا تھا؟"

راجہ ننھے ننھے آنسو گراتا پٹ پٹ دیکھتا رہا۔ کیا کہا تھا پاپا؟

آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر دعا مانگی۔ "ہے بھگوان! انھیں معاف کرنا۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔"

راجہ حیرت کی دنیا میں گم سم تھا۔ جانے اس کی سوچ کہاں کہاں جست لگا رہی تھی لیکن اس کے بشرے سے یوں لگتا تھا جیسے اس مہاپرش کے لئے اس کے چھوٹے سے من میں شردھا کا ایک اتھاہ ساگر لہریں مار رہا ہو۔

میں نے پوچھا "کیسا تھا یہ مہاپرش؟"

بہت اچھا پاپا۔ بہت ہی اچھا۔ باپو جیسا"۔

ماٹی تیار تھی۔ کمہار کی چکی پورے زور سے گھوم رہی تھی۔ اب کاریگر کے ہاتھ کی جنبش پر منحصر تھا کہ جیسا چاہے ویسا برتن تیار کرلے۔ جو قوس اُبھارنا چاہے اُبھار دے جہاں خم دینا چاہے دے دے۔

میں نے پھر پوچھا۔ "ایسا مہاپرش پوجنے کے قابل ہے یا نہیں؟"

راجہ نے بلا تامل ہاں کر دی۔

میں نے کہا۔ "اگر وہ کسی اور دیس اور کسی اور جاتی کا ہو۔ تو؟"

"تو بھی"

"شاباش بیٹا۔ سچ سچ بھی بات کرنے والا کوئی بھی ہو۔ کہیں کا بھی ہو۔ وہ سب کا ہوتا ہے۔ سب کے لئے ہوتا ہے اور مہاتما عیسیٰ مسیح بھی ایسے ہی سب کے تھے۔ سب کے لئے"۔

راجہ حیرت میں پڑ گیا۔ "مہاتما عیسیٰ مسیح؟"

"ہاں بیٹا۔ مریم کے بیٹے ہی کا نام تھا عیسیٰ مسیح۔ مہاتما عیسیٰ۔ پریم کو پربھو ماننے والا۔ پھانسی کے تختے پر جھولتے وقت پھانسی دینے والوں کے لئے دعا مانگنے والا۔"

راجہ دیر تک گم رہا۔ یہاں تک کہ نہ جانے کیا کیا سوچتے نیند اُسے سپنوں کی سہانی دنیا میں لے گئی۔

بات آئی گئی ہوگئی۔ بال بھارتا اور سماج وگیان کی کہانیاں چلتی رہیں۔ ایک دن میں نے راجہ کا البم کھولا۔ دیکھا کہ شردھا کے پوتر ہاتھوں نے مہاتما عیسیٰ کی تصویر البم میں سجا دی تھی۔

اور راجہ کے معصوم چہرے پر ایک اور سندر ریکھا اُبھر آئی تھی۔

مظفر عازم

غزل

کشمیری

بالؔ عاشق بولہ نارن زٲل کاتیا کاتیا
مایہ چانی غم انارن زٲل کاتیا کاتیا

وٲنس کیا لب اضطراب چھ راتھ زیٹھان زیٹھان
زانگ عشقن درد جگرک زٲل کاتیا کاتیا

کٲت بُت خانس فداہ کاتیا چھ کعبس قربان
اَم سراب اصلہ چے وتہ ڈٲل کاتیا کاتیا

وُوتھ ہوا تِرہ ناوہ کینژن تیز گے صدرس ترہ
دٔہ ہتھ لو پیٹھ بہی اتھ رین ہنہ آل کاتیا کاتیا

کینہہ چھ تتھ سرمست یم یوزن بولن نہ
ترشہ ہنہ بتھ ترشہ ہنہ کلہ وٲل کاتیا کاتیا

از چھ وو گبن پوشن تامت تمن تہ چھ زردی
گل پھولن یتھ وارہ بوزم کٲل کاتیا کاتیا

وُین ہتھ آسے تِرہ کن کلہ والہ یار یاری
خرقہ براوم، یوتہ تراوم نال کاتیا کاتیا

کُوٹ بیکل چھک پکان چھک چشمہ زرتھ عازم
چھوکھ زراں چھک غم انان چھک سٲل کاتیا کاتیا

ترجمہ

میرے محبوب! عاشق محبت کی آگ میں جلتے رہے اور محبت تمہاری چاہت میں بے حساب غم جھیلتی رہی۔

پریشانی کی رات بڑھتے بڑھتے بے انتہا لمبی ہو گئی اور عشق درد جگر کے چراغ جلاتا رہا۔

بت خانے کے پرستار بھی کافی ہیں اور کعبے پر قربان ہونے والے بھی۔ آہ! یہ فریب کتنے ہی لوگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکاتا رہا!

طوفان اٹھا کئی لوگوں کی کشتیوں کی رفتار تیز ہو گئی یہاں تک کہ ساحل مراد کو پہنچ گئے لیکن آہ! (اسی ہوا سے) کتنی ہی چڑیوں کے گھونسلے ٹہنیوں سے گر پڑے۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو سرمست ہیں اور اسلئے یہ بات سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ اے ساقی کتنے ہی پیاسوں کو پیاسا ہی چھوڑ گیا۔

ابھی تو صرف چند رنگین کے پھول کھلے ہیں اور وہ بھی زرد زرد سنا ہے کہ وقت آنے پر اس پھلواڑی میں طرح طرح کے پھول کھلیں گے

کرم اکرم اے ساقی! کہ میں خرقہ و دستار پوشی کی زحمت سے چھوٹ چکا ہوں کر تیرے حضور آیا ہوں۔

اے عازم! کتنا نادان ہے تو جو آنکھیں کھول کر چلتا ہے۔ اور اسی طرح زخم کھاتا اور ستم کو دعوت دے رہا ہے

بشمبر ناتھ

لوک کتھا

قاسم بیزار

ابو قاسم اوس کنجوس محض۔ مچھ ژھین وول۔ دیارن آسس زووہ ووشھ مژھ۔ لیکن دیارہ وول آستھ تہ اوس نادار لاچار بنان۔ تم جندہ اوس نال لاگان زن تہ تایہ صورت ایسس ژ۔ قسمہ بیزار اوس خاص کریتھ سارسی بغداد اوس منز مشہور۔ زانتھ غدا یہ بیزار کتھ سمیس منز اوس تم نیوقت۔ ییتھ نہ کونیہ بیمہ باقی اوس نہ پارہ۔ وچھ تروپ کرکر اوس۔ قاسمُن یہ بیزار سٹھی ہیومت۔ دیمن پیٹھ دیجہ تہ پارن پیٹھ پار لاگنہ تاو لاگتاو اوس تیتھ یہ کھورپانہ کوکورہ تہ بے کرہ بنیومت۔ بیزار واتن ایس تیژ دُژان یہ قاسم اتھ بیہ کنڈ واتھ کرناونیہ ہتی نشہ بیہ ہے۔ پتہ ہیتھ ایس قاسمن اتھ پڑ بڈ نال تہ لاگہ ناومت تہ درجنہ واد بیجہ تہ۔ یمو نالو تہ میخو سیت اوس قاسمُن بیزار زیادے گوبیومت۔ کوتاہ وغیرس لوکو زہ قاسم صیب۔ ڈیُن ہز گوژھ نوٚ کھورہ پانہ ہیوں۔ لیکن قاسم رُود تمن ہمیشہ یی ونان:

"ونیہ کیا ہز چھوہ بیتھ گومت، کھورن بے موٗ کھڑ ہیکہ دوان۔ لو کتھہ حض زانہ یاوہ ییٹھ کرن۔ توہ بیتھ کن تھپا نوٚ کھورپانہ ہیوں ٹھیٹھ باشی۔"

مختصر گئے قاسمُنس بیزارس پارن پیٹھ پار کھسان دیمن پیٹھ دیجہ لگان۔ اما پوز تم تہ تروو نہ پننہ یہ بیزار جندہ زانہ۔

دوہہ اکیہ گو قاسم شہرکس حمامس منز شران کرنیہ۔ اتیہ سمکھنس پتہ نوی اکھ باپار دوستاہ۔ تم ییلہ قاسمس سٹی بیزار جندہ کھورن ڈیوٹھ۔ تم نیو اکس کن تہ دوپنس "قاسم صیب یہ ہز گیہ منذچھ ییتھ بیزار جندہ کھورن لاگن ژلہ ہز ڈیُو۔ دہ اتھ جندس رخصت، تم نوٚ ان کھوریاناہ۔" قاسمن ولس بیہ تی۔ "ہے۔ بیتھ کیا ہز چھیہ ونیہ گومت۔ بجدا ہز چھم کھورن سوکھ دوان۔"

یی ونان وتاں کرٚ دوستی باپارنیہ بلہ تہ کھورپانہ اکس کنٚ تھاو بیتھ ژائے شرانہ کوٹھین منز شران کرنیہ۔ قضا ہنہ کارہ آو امی ساعتہ شہرک قاضی تہ حمامس منز غسل کرنیہ حمامس منز اژیتھ ژاو سُو بیس شرانہ کوٹھس منز شران کرنیہ تہ نوکر چاکر دراے نیبر کُن۔ تیتیُ کالس دراو قاسم شراناہ دھیاناہ کریتھ شرانہ کوٹھیہ منزہ۔ پلو لاگن نہ ہیوتن کھورپانہ ژھانڈن۔ لیکن اتیہ آس نہ پننہ بیزار جندہ کونیہ لبنہ۔ پننہ بیزار جندہ جیہ جایہ وچھن نوٚ نیبی بیزاراہ نیہ نیہ کرہ ڈن۔ وماہ دلیتن تہ خیالس منز آبُس ہیے کنیتھ زہ ظاہر چھیوہ میانی باپار دوستی میون بیزار جندہ ژاڑھتھ ژنعمت تہ تمیہ بدلہ یہ نوٚ بیزار میانہ بابت اومنت۔ یی سوچیتھ لوگن ندی بیزا کھورن۔ یہ آدنس برابر۔ ڈیُن ہیوٚسس یقین زہ پزر پاٹھ چھیے یہ مروت میہ پننہ باپار یارنی کرمژ۔

یاشاہ کریتھ لوگن ندی بیزار تہ دراو گھرہ کُن۔ وماد گو قاضی دراو شران کریتھ۔ پلو لاگن لیکن بیزار اوس نہ کونیہ۔ نوکرو ہیوت قاضی صیبن بیزار ژھانڈن۔ گداسہ تلی تام پھریکھ لیکن بیزارک دراو نہ کانہہ پئے۔ صرف وچھکھ کونجس اکس منز دالہ اناراہ۔ یکایک پیوزہ نودکھ زہ یہ چھوہ قاسمُن بیزار۔ ییس پننہ جندہ حمامی منز تراونیتھ قاضی صیبن ندی بیزر ہیتھ ژوٗ ژیوہ۔ قاضی صیبن ہیوت نارہ تارن۔ فوراً سوزن پیادہ قاسمس پتے تہ تمو اون قاسم ندی بیزارہ ساں رزہ گز کریتھ۔

قاضیس تہ اوس پتہ زہ قاسمس نشہ چھی سیٹھاہ دیار۔ لہذا کورن تس دہ ہزار جرمانہ تہ ٹھس ٹھس کران بیو قاسمس جرمانن۔ ادہ موکلیو اتھن بھوکھ دوان جیل گژھنہ نش۔ دل ملول گژھتھ گو قاسم پننہ بیزار جندہ من لاگتھ

بیہ پہنٕس نٚارس بارس۔ منٛڈی منز دٲنتھ دراوٚ تس شٹھ سبھٹھ ملہ تم خالی بوتلہ اکس باپارس نٚشہ یمہ مول موٚنٛ ہیژو ذرا فراغت لبتھ گوٚ قاسم منڈیہ گژھ۔ دوان زہ خبر چھا بیہ ما پٹیہ کانہہ سودا۔ تس ترٚیہ خوش نصیبی کن اوس امی دوہہ اک عطر فروش دٲیول کوڈمُت تہ تسندس مالس اوس ایلام سپدان۔ قاسمس آو دارِیہ کن انز۔ تہ اتیہ ہیژ قاسمن کینہہ عطر موٚل سستاہ شروگیہ مولہ۔ تہ خوش تہ خوشحال پٲٹھ گوٚو پننس بیزار جندہ کھکھراوان گرہ۔ لیکن دنیہ اوسس تیل بھیران زہ خبر کیتیہ کالچ کمائی پیم جرمانہ بزان۔ لہٰذا کورن فیصلہ زہ ووٚنی ژھنن یہ منحوس بیزاری دفع کریتھ۔ یک قسم تلن یہ بیزار تہ دیوتھ دارِیہ کن دریاوس بریتھ۔

خیر زہ دوہ گیہ ترے دوہ گیہ۔ گاڈہ ہانزو ترود زال۔ یلہ اتھ تموٚ لمن ہیوت یہ اوس سیٹھاہ گوبہ مُت۔ راتس گٹیکھ زہ ظاہر چھے یُہ گاڈ زالس لجمژ۔ یلہ لمان تہ کھمان تموٚ زال کھور۔ اتیہ دراوٚ کوکر تہ بے کور جندہ بیزاراہ۔ ہنیومُت تہ گوبیومُت۔ یمیہ چیو میچوٚ تہ نالو سیت زال داریاہن جانن ژھیومُت اوس۔ گاڈہ ہانزد یمہ زہ لوٚد فوراً زہ یہ دالہ بیہ چھے قاسمنٕ بیزار۔ سخ خوشکھ تہ نیکہ پانٕسہ ژاریتھ تُل ہتو دوشوٚے بیزار کھور تہ گٔیہ سان لٲیکھ قاسمنس مکانس کُن۔ تُیس دریادہ سٹھس بیٹھ اوس۔ قارتنگ کرن۔ دوشوٚے بیزار کھوز کٔٹے دارِیہ کن تتھ کٹھس منز لایینہ۔ تیتھ کٹھس منز قاسم بوتلن عطر بھران اوس تہ شُر اوس کران زہ دٚین کنکھریم عطریہ سیشہ مول مول۔ بیزارن اوس سیٹھاہ آب چیومُت۔ یمہ کن سو زیادے گوبیومت اوس۔ یوتھی دوشوٚے بیزار کھور ٹاس کریتھ کٹھس منز دستھ پیے۔ عطریہ سیشن گو چورہ۔ تہ ابتھ سیت گٔے قاسمہ نین اشٹن تہ ریزہ ریزہ پنٕنوی بیزار جندہ وچھتھ کوٚڈس سخ ژکھ۔ دوین زہ خبر کُس داہ بیم بیتھ بیزار جندس کورمُت یم بو فرتوز کرن ہیوتس کوژھ تہ جرمانہ بزنتھ بچیوس جیلہ نٚشہ۔ مگر دوین ژکھنم گریکہ دنین بانن لوٚن۔ نہ رودم کونیہ مول نہ مرثٕے۔ فوٚشان فوٚشان تمن بیزار جندہ تہ شہرہ نیبرآوٚ یہ اکس بڈس تالاوس منز بھاوٕتھ۔ فرکھا

ہیوہ ترودن زہ دبوہ دُیُن تھف دوژتھم۔

دوہ ژدنیرہ گٔے زہ شہارس دوتھ یاں کھکاس۔ ژدالُر وژھ ہول لمٔے۔ کتھ پیہ ہمکوٚتس بیٹھ۔ مگر فکریہ نور نہ کانسیہ زہ آبس کیاہ گوٚو۔ یہ سربناوہ بیٹھ شہرس آب یوان اوس سو اوس آبہ سیت بھریتھ۔ مگر شہرس منز اوس آب کربلا تہ کامن۔ منتظر آو تلاوس یاز کرنہ۔ تہ بیٔ لوگ زہ تمبہ نالیہ ہندوی گوٚل چھوہ بند گومت یمہ کین آب شہارس واتناونہ یوان اوس۔ ٹریہ کشالہ واتہ ڈونگل ڈنگ دیتھ امیہ نالیہ ہندس گلس تام نہ اتیہ انکھ لبتھ کیاہ تام چیز کڈینہ۔ یمہ کین آبس ہتوپ اوس لوگمُت۔ یلہ ڈنگل پوٚتھ کھینتھ، سارہ دی چھرزہ لوٚد زہ یہ چھوہ قاسمنٕ بیزار۔ یم آبس ہتوپ اوس دیومت۔ اکھ سپید نارو نار زہ کم بخت چھوٚ شہر گوڈہ خبر کرن دوہن نگراب تہ توہ پتہ ماریون سوردی شہر ترٚیشہ ترٚیشہ کران۔ فوراً دراوٚ قاسمنہ گرفتاری ہند حکم تہ سرسری بیانہ پتہ آو سُو جیل لدنہ۔

جیل بُھگتاویتھ یلہ قاسم تراونہ آو۔ تس آو بیہ پننٕ منحوس بیزار جندہ حوالہ کرنہ۔ بیزار جندہ وچھتھ گٔژ تس تیژ۔ لیکن مال اوس تسند دُی۔ ناکمو کورہس بیزار جندہ حوالہ۔ !

گرہ واتتھ ہیوتن گوڈنیتھ سوچن زہ دُین کیاہ تبیل کرہ یمہ کنن یہ دبل گردن بیزار میہ تھرت تلمیہ۔ یکایک آس خیال زہ دُین ژسنن زالتھی۔ یتھ کونیہ تیب د نشانے باقی رودزیس نہ۔ یلہ برونہہ کن انن اکھ دیچون سرپیہ آسنہ کین لادہ کھویمُت۔ سوچن زہ اوٚدر دریہ نہ گینہہ۔ لہٰذا ہتولت گودہ دزمبس کھمنڈس تابس۔ یمی سوچتھ تلن تہ ہتوون ڈبیہ ہندس دیالس بیٹھ تابس۔ شامتیہ کارہ ایس یہ ڈب سٹکیہ ٹرنہ۔ کادوٚ یلہ دالہ بناو ڈبیہ ہندس دیالس بیٹھ دیتھ۔ تم آے نکریہ گیہ بارہ شبرہ اکھ ڈگر دبیہ، اکھ ڈگ۔۔۔ زہ ڈگر زہ ترمیہ ڈگہ آو اکھ بیزار کھوربون لاینہ۔ تُون کوٚ ایس زنانہ لیکان یوسہ گوبیہ کھورہ ایس۔ باشاہ کریتھ آو تمیہ پٚروٚ بیٹھ بیزار کھور امسی زنانیہ کلس لاینہ۔

تس بچاریہ گو فریٹھ تہ فریڈ سیت گو تس اڈہ ایوگ تسند خاوندن کور قاسمس ہربانس دعویٰ۔ قاضس اُتھ قاسمن مرزانی۔ فوراً دلوُت تیمُ قاسمس ہرہانہ برنگ حکم تہ اکھ تہ زہ کران اُڈ تس نش رقم وگرادنہ۔ قاسمس بچارس دوت بیوُر ژٹنس موقعہ۔ خیال گوس زہ ظاہر چھم شکس بیزار جندہ چھ شکلہ بتہ لگمتہ۔ لیکن دماغس منز اوسُس نہ کینہہ یوان زہ بیزار جندہ کیہ پتھرہ نشیبہ کتھہ پاٹھ سوکلادہ یان۔ سمٹاہ سوُنچتھ دوپن زہ دُین ژھنن یہ منحوس جندہ کھوڈس تہ بیٹھ اتھوس بوڈ ہل دیوہ تعقف دوھیم

احتیاطہ بابت ووتھ نصف شبس باگ تہ ہیوتن پینانس آنگنس منز اکھ کوٹھس کُن دوب کھنُن۔ راتھ ہند موقعہ۔ تسندیو ٹونگر داؤ سیُت گو ہمسایہ ہوشیار سوکھوت لوُت لوُت وُچھنیہ زہ اما یہ دبراے کتیہ چھیہ گژھان۔ ژُور دُور ما چھُوہ نقیب دوان۔ تمُ وُچھ قاسم پینانس آنگنس منز کھنان۔ تہ کنُوئی زون دوب دوان۔ تمِس اوس قاسمن صنہ عداوت۔ رائے گیس زہ یہ یچھل چھُوہ دیار کھوڈ ژھنُن یژھان۔ نتہ کیازہ کھنیہ ہے رات کیوُت کھوڈ تہ سوُ تہ کنُوئی زون۔ دیان آسیہ کنس کن تھوہ نہ کانہہ خبر۔ لیکن تہ ما چھُس علم زہ لونگر دبہ تلہ نیرن ساس شیطان۔ صبحن ہادس مزہ۔

یلہ راتھ راتھا گیہ نہ گاش فوُل۔ قاسمس بیئے قاضی سند پیادہ واتھ۔ نہ کینہہ پرژھنہ گارنہ بغیری نیوکھ قاسم نتردن کریہ تراویتھ۔ رٹھ۔ یلہ قاضس تشہ دوت اتھیہ وچھن پیتھ ہمسایہ مخبری کرنیہ آمت زہ قاسمن چھُوہ خزانہ کھوُڈ ژھنمت بیُس قانونہ موجب سرکارچ ملکیت چھُوہ۔ قاضی پرژھ قاسمس زہ دن با کوتاہ ژھنتھ کھوُڈ تہ کتھہ جایہ ژھنوتھ۔ لیکن قاسمن کر لاعلمی ظاہر۔ یلہ مخبر ہمسایئی جرح کورنس زہ نصف شبس اوسکھ نا دوب کھنان۔ قاسمن کور عدالتس عرض زہ حضور بہ اوسُس بلاشک دوب کھنان۔ لیکن اکھ دوبس ترُوُ

میہ یتھ منحوس بیزار جندہ۔ یم بو دنیوس تام ژنیہ تہ پتوس خزانہ وزانہ میہ نشہ چھُوہ نہ کینہہ۔ یہوے بیزار جندہ چھُم کھوڈ ژھنمت۔

قاسمن یہ بیان بُوزتھ اُڈ ساری تی اسُن۔ تہ یلہ تم بار بار پی وُن۔ سارئی گو شک زہ کنجوس دلہ چھُو خواہی ایز وتان۔

یلہ نہ قاسمن بیہ کانہہ کتھ متی ہیٹر۔ عدالتہ دلوُت فیصلہ تہ دفن کرمتیہ خزانک اتھ سٹھ قیمت مشخص سپدتھ اُڈتمی حسابہ قاسمس جرمانہ کرنہ۔ قاسمن تیجے بہ برینگ تہ استان زِہ شوہٹن ژھن نہ کانہہ خزانہ کھوڈ۔ لیکن تسند "ژابٹ" بُوز نہ کانسیہ۔ سارِوی دُن پی زہ کنجوس دلہ چھُوہ ڈانب لاگان۔

یلہ بیزاری کھوڈ ژھنُن آسیہ ہس نیلہ کیازہ راوریہ ہے رات۔ دوہلیہ بتیہ مس نا دوب کھنُن۔ ژورہ کافرنے اُیس رتہ کنس کن کیازہ تھاون نہ کانسیہ خبر۔ مختصر پتہ کونیہ داشت نداشت اوسُس۔ تہ بیوس جرمانہ برُن۔ توہ پتہ تہ اوس اوڈوئی زہ بیزار جندہ گوژھم نہ قبرہ منزہ لرہ ہیرُن دبتھ بیہ نیرتھ یُن۔

رحمان راہی

قطعات

مُدنوارس ؤلِک اَو حال یاوِ یوم
پرزھومُس چارہ کیاہ یتھ اضطرابس
پھِمن اُسناہ پھُولس، وُشلیوٚ عرق آسس
میہ یاسیوٚ زنتہ شبنم پیوٚ گلابس

چھُ فنکارس پزی آسان نظر سُتی
نشک عالم وِچھان مس یاتھ سی منز
اَما یوٚزنس تہِ وہمن ہند تُھو کیٚر منزی
چھےٚ تیٚتھ والان ساقی واتہ سی منز

میہ وُچھ وُنی ناز نیناہ اکھ غمس منز
وسان اُوش دارِ، لوگمُت کارِ لتس خم
ہناہ بروٚنہہ کُن پوٚکُس باغس اندر ژاس
ییمبرزلہ گوب گومُت یاسیوم شبنم

عجیبی رنگ اُزِ ڈیوٚٹھم بہارس
دِلُس ژھوکھ رنگ روٚیتیں لالہ زارس
گلاباہ، ہیرہ بون اکھ خوٚتہ مجلوٚن
مگر اُسناہ پھُولان نتس یا وقارس

بِستارَن ازکمندلایاں چھُ انسان!
سیٹھاہ رُت گو نظر موٚکلےِ یہ یارس
مگر اکھ پروٚن ارمان چھُم دِلس کوٚنڈ
زمینس پیٚٹھ تہ گوٚژھ سوکھ دِین بہارس

وِلِک ارمان چھ اُٹھاپرح کڈان وتھ
وِژنَن تاگِچ ہیچھان پانےٚ چھُ رفتار
قلم پھیٚرِتھ اگر اوٚنگجین تہ ہیٚن تراش
شُواندیُم حال یاون خوٚتہ پھِنواد

۱؎ ابھی ۲؎ ترشی ۳؎ اُبال

سوم ناتھ سادھو

(ریڈیائی فیچر)

رحمان چرسی

گِمتدن کرٚم

رحمان

شعبان

رمضان

غفار

امہ خوجہ

رحیم گلوان

[ژُور چرسی تکیس پیٹھ ہہنتھ چرس چوان۔ ژاس کران تہ جچیرہ ہُند گرٚگرٚ سپدان۔]

رحمان:۔ جچیرہ زُیوٹھ داماہ دِتھ۔ شعباناہ تہ چھُویا یتھ کینہہ ہتووُ مُت۔ کاٹھ ہا چھوئی یپیٹھ ہتووُمت

شعبان:۔ واللہ ہا صرف نے ترٚیے دام چھیے میہ

غفار:۔ ہیو رحماناہ دُپتھ ہیلہ ناوُکھا یور کٔن تہ کنہ یو روز زیو فیشانی پھیمب ہا چھم کھرٚ مژ۔

رحمان:۔ ہتہ ہا رٹھ۔ شعبانن کیہو چھُو ہتوومت اتھ

غفار:۔ چوئی ہوٹ ژٹن ہا اگر ہیتھ چھُوہ سوٗر تہ رودمُت

رحمان:۔ ونتہ شعبانس سُو دِیی میہ چھیہ صرف ترٚیہہ دام — امسند دام چھُوہ سانن دِھن دامن برابر۔

شعبان:۔ ہیا کمتھُو لگوہ میانہِ بلایہ۔ تلا میہ ہا اٹھوہ کرک تان دانہ ژومبرہ سدرہ چندس (ژھانڈان) یتھ چندس تہ چھُونہ کینہہ۔ یی تہ چھُوہ خالی دزرا بھٹہرت) ہتہ یا شعباناہ بھر با نٔو چلم۔

شعبان:۔ (چلم دُنان تہ اتھ چرس بھران جچیرہ زُیوٹھ دام ہیوان۔) دُپئی کیا مسہٕ اٗد ہوش ہیُو۔

رحمان:۔ تلا میہ تہ دِتہ دام نہ دام۔ میہ ہا اوس امہ خوجس نِش گژھن نوکری باپت۔

غفار:۔ شعباناہ دِیُو اسی گودنیتھ۔ یہ ناتلی نہ ہتھف۔ اٗدر ژٹ ہیُو چھُوئی اگادہ گژھان۔ یِتھٕ زانیہ دانہہ تہ کِدان

رحمان:۔ ہیہ یارہ بو نا روزہ تہ ہیتھوئی دوہے۔ امہ خوجن نوکری میلہ نہ میہ۔ دوہس ہا آسہ ترٚیہ لٹیہ بیٹھ لگان یتھ تکیس پیٹھ۔ (زُیوٹھ داماہ ہیوان)

غفار:۔ آہن شہ خبر چھم۔ تیلہ کیاہ چھُوہی یور یِنُک حاجت گھری آسکھ چوان۔

رحمان:۔ (داماہ ہیتھ) اتیس نہ چرس ژور دانہ دِتھ۔ تی تس کرکھ کنھتھ۔ زٗولہِ منہ کھیون جان زیولہ منہ نہ۔ ہتہ ہا بجیر۔ میہ گوٗ ژیر۔ امہ خوجن چھُنم دُمت دِگرس ہا گٕیَن۔

——ساز——

رحمان چرسی:۔ اسلام علیکم

امہ خوجہ:۔ کیہو آکھا رحماناہ ادہ ژہ —

رحمان:۔ آہن ہزیوہ اوسُم دِگرس پتہ خیطرہ وٕنُت تہ آس —!

امہ خوجہ:۔ گھرہ بیٹھ اکھا کنہ تکیہ پلیٹھ۔

رحمان:۔ واللہ ہز دُنٔ نے سٹاہ کم چھُس چوان۔ دگرچ نماز پریتھ۔ ہز آس۔

امہ خوجہ:۔ (اسان) دگرچ نماز۔ رمضاناہ بوزتھا ژہ۔ رحمان چرسی ہا اوٚسے دِگرچ نمانہ پریتھ۔

رمضان:۔ آہن ہزیے رحمانٕ نتھ دنان چھُوہ۔ تلا اٗیس کیٗتراہ مشک چھے یوان۔

رحمان:۔ واللہ ہز دُیٔن نے سٹاہ کم چھُس چوان۔ کیاہ ہزکرہ ژوگ ہز چھُم لگمت۔ مرہ تہ ژلم۔

امہ خوجہ:۔ ادہ یا دُیٔن کیاہ چھُو چون صلاح

رحمان:۔ بس ہز نوکری خیطرہ آس یوہ کریوم عرض۔

امہ خوجہ:۔ نوکری ہا گوڈٕ یوز گرٚ ژہ کیاہ کامہ ہیککھ کریتھ۔

رحمان:۔ گاوُن گیٖنی ہز آسہ نظر گذر ہتوان۔

—گوئین خیطرہ چھوہ رمضان۔ ادہ باٗ ژہ آس ٹانگہ صاف کران۔ تہ بیہ گوئین خرخر نہ شران کران۔ گر دوپہئے ہا ژہ وڈاوکھ وُیُن چرس خوب۔

رحمان:۔ ہتہ ہزراز کل کتہ میلان۔ پرتھ کونیہ چیزس لٗے چھہ تھنائی گیمژ۔ دروجہ چھا کنہ خدایہ سُند قہر۔

امہ خوجہ:۔ میہ ہا چھوہ باسان ژہ ما روزکھ چرسس سیتی مست۔ گھرُس گرنشیہ خدائی رچھُن۔

رحمان:۔ ژہ وچھ ہز۔ خدائن یژھ نہ گرُ کرن نادکھ ہیوہ

امہ خوجہ:۔ ادہ گزھو چین گرُ گھاسہ کھیاوتہ تہ ترشن چادنہ۔

رحمان:۔ کتیہ ہز چھوہ گرُ۔ ؟

امہ خوجہ:۔ اکیچ چھےٗ نا۔ برونٹھہ کنہ ہےٗ چھوٹی۔

رحمان:۔ تلہ ہز اتیہ ماآسی پوٗنے اکہ چندس۔ تنخواہ بیٹھہ ہز نکھ مجراہ۔

امہ خوجہ:۔ گھوڑس لوگتھ نہ انتھ تہ تنخواہ ہیتھ ژھانڈن ادہ با رٹھ ٹیٹھ آسی آخر

رحمان دعائے خیر کران کران نیران ——— ا

——— ساف ———

(رحمان غفار تہ شعبان چرس چوان)

غفار:۔ رحماناہ از ہیا چھوہ واریاہیہ کاٗل چانیہ زیرِ منہ چرس چوٗن۔ ادہ یا امہ خوجس آسُن گرُس سان جنت دچھو داماہ دیوان)

شعبان:۔ غفار ہیا ادسوٗئی پامہ دیوان مگر وُین گزھہ نس گٹھ گوٗمے (بچیرہ دام دوان تہ ژاس کران۔)

آواز:۔ چرسی !

آواز:۔ کیمی نہ مرسی

رحمان:۔ ہیو تلا میہ تہ دی تو دلم جوراہ۔ یہ چلم بھرم تہ دوتوہ چوان۔ لحاظہ ملاحظہ تہ نا چھوہ نہ روزان۔

امہ خوجن ہا آسنہ روپے حسابس کھاٗہ مژ

غفار:۔ (داماہ چیتھ) ہتہ بار رٹھ۔ پنسہ چیٖنی نا کڈمت رعب کیاہ چھوہ ہاوان۔

رحمان:۔ (دام زہ چیتھ) گاشن ہیُو آو۔ ادہ سٗہ امہ خوجس

آسُن جنت۔ (بیاکھ دام چوان)

شعبان:۔ ٹھوو وُیُن۔ کاٹھ ہا پوٗئی ٹھس۔

رحمان:۔ تیرہ چیکھ ژاتان۔ میہ چھا فرصت۔ گرُ چھم نیون ناگراتس بیٹھ شران کرنیہ۔ ہتہ با پتم دام چیہ۔ تو بی چیٖو۔ دِژ میہ اجازت شام تان۔ (اگیوان گیوان گرُس نشہ داتان) وُلہ لوگسیہ بلایہ۔ گرُ آسی گومُت۔ (شران کران فش دوان) باسان چھم تیز لجی۔ ادہ وُلہ مُوٗمت ٹھوٗتھ تاپس۔ گُلس سیٖت کرٗتے گنڈ۔ یوتہ کہ نندہ پیرہ

——— ساف ———

اکھ آواز:۔ رحیم گلواناہ ! وارہ وارہ ا۔ گنڈ مژر لوٗسو۔ امس چرسیٖس ہا چھوٗئی نہ ہیسیٗ۔ سڑکہ تان ہا یکہ نادرن تتہ بیٹھہ نیرین ژوٗبجل۔ نمبلہ ایارہ کڈزیس ٹھک

رحیم گلوان:۔ ژہ ما بچر پروا ٗے۔ رحیم گلوان چھم نہ بیٹھہ ناوٗ۔ نیر ژہ گھرہ کُو۔ نمبلہ ایارہ کڈٹھے بو پیس ٹھک

رحمان:۔ افتاب ہیوتن لوسن۔ میہ رود نہ ہیٖنی۔ اما گرُ چھوہ نہ پیٖرسس سیت کنہ گنڈتھ۔ ہےٗ افسوس امہ خوجہ ژایم پیرس تام لیکہ۔ ہو کُس سنا چھوہ ادرہ ۔ یوان۔ اسی آسیہ نیومُت۔ ہیو بدمعاشاہ ! ژہ چھیا خبر نہ گرُ ہن۔ چوب دی دی تراوٗے ہرسہ کریٖتھ۔

رمضان:۔ رحمان چرسیاہ ! بو ہا چھوسی رمضان

رحمان:۔ ون گرُ کتیہ ٹھوت (چپٗتہ ژدمیرہ تراوان۔ رمضان پننی پان موکلاونچ کوشش کران۔)

رمضان:۔ بو ہا چھس امہ خوجن موہنیو رمضان۔ چرسن چھوٗنیا زور ادمُت۔

رحمان:۔ (مار ٹھُکان) آتھ کُلس ٹھوٗتھ گنڈتھ۔ یتھ سیت گرُ اوسُم ٹھوومُت گنڈتھ۔

رمضان:۔ ہیو ہرسن چھیا دکہ ژوکر داٗمتمژ۔ بو ہا چھس رمضان۔ !

رحمان:۔ ژہ چھکھا رمضان۔ دسگیر چھوٗئی میانہ کنہ۔ میہ ونتہ گرُ کتیہ ٹھوٗتھ۔

رمضان :- گرٗ آ گرٗ...؟ ہو کیاہ چھوٕی کھاہس منز گھاس کھیوان - گنڈھ اتھ ڈٲل ڈٲل

(رحمان کھاہس کیٚن دوران رمضان گھرہ کیٚن ژلان)

رحمان :- یہ چھا گرٗ کنہ کھرٕ نہ نہ گرٗ چھوٕ - رمضان دنیا اچھ - اما پوز گردم کتیہ چھس - ادہ سہٕ سُہ تہ ہیمہ رمضانس - امس چھا خبر زہ کھوٗر ہنہ ژوڑ بو یکہ ناوتھ کنہ رٹھتھ گھرہ تام

—— سانٛ ——

امہ خوجہ :- رحمان چرسیا - یہ کیہو ٹھیک کران -

رحمان :- کینہہ نہ ہزٕ! شران کرٕس ڈیٚن چھوٗسس خرخر کران -

امہ خوجہ :- خرخر ٹھیک کران مگر کمس

رحمان :- گرٕس ہزٕ!

امہ خوجہ :- چرسیا گُرس خنزیر چھوہ ونان امس گرٕ یئے کھر چھوہ - سُہ تہ ہرتھ بیومُت -

رحمان :- کھر ہزٕ - (اسان) کیا ہزٕ ٹھیک ونان - کھرس تہ کرا ہزٕ بو زانہہ خرخر -

امہ خوجہ :- تیلہ کتھا پٹھ بنیوڈ گرٗ کھر -

رحمان :- خوجہ سنزٕ دئی ہزٕ یہ نے چھوہ گرٗ - یہ ہزٕ موٗزلوٗ مالس تہ خرخر کران لوتوی -

(سارٕی اسان)

—— سانٛ ——

(رحمان شُگفتہ کھرو کھ ماران -)

غفار :- رحمانا رحمانا!

رحمان :- اکھرو کھ ماران)

غفار :- رحمانا شُگفتہ چھو کھا؟

رحمان :- نا - نا - ژے - ہا اوسیٚے پراران -

غفار :- (حیران سپدتھ) ژے ہے اوسیٚے پراران - یاسان چھم از چھوٗئی یڈ بھرتھ چومت - ہیو رحمانا! ہیس منز یو -

رحمان :- ژے چھوسیٚے تا یاسان - جسن منز کنہ کتھ ٹھیک کران -

غفار :- استغفراللہ! یہ بکواس ترٲوکھ تا زاتھ ..... نشہ منزہ نیرٕ ڈیٚن بوٗ کیاہ چھوسیٚے ونان

رحمان :- چھوٗئی ہوٹ ژٕن ہائی سوردی نائی چھس بوزان ستھے پتم ایٚس ژہ نش زور آنہ - بو انہ ہنہ پانٕے دانہ تہ دانہ - پان چھم پھٹمت ہیو -

غفار :- چرسی اد سکھی مگر ژہ بنیو کھ ڈیٚن -

رحمان :- ژٕ، کوموٗئی چھوہ - یہ کمہ سبتھ چھیک کتھ کران -

غفار :- (کنس تل زورہ آلو دوان) رحمانہ بوہ چھس غفار

رحمان :- غفارا ہیو غفار چھو کھ میہ ہا دوپ - غفار ٹھیک نہ ونیوک تان آسہ ہہٕ خبر کیت ڈٲمت

غفار :- ونی چھے ایچھن پچھ - از میولوٗی نا جرس -

رحمان :- (زامن کران -) ہتا ژہ نش کیاہ چھم کھٹتھ تھون قسم چھوہم اگر کاش ہیولہ پیٹھ دہٕ تہ چھم دیومُت - اگر افتاب لوسنس تام یہے حال رودٕ - تیلہ موکلیے چرائی میان -

غفار :- ہاکیہو ٹھیک ونان - وتھو میہ ہا چھی اپٹھ داہ آنہ دکانہ پیٹھ اگو ڈل ڈل - میانہ خدایہ یہ وقت مہ سہ ہاوُ - !

رحمان :- ژہ بھرو اتی - بو ہا انے پوت کھوری (دروازہ ٹھاسان ٹھاسان نیبر نیران)

نیندرہ ہوت اوس - وتیہ اوس کروٗ - اتھ منز پیو اکھ ہیو - دکریس منز چھینگ آواز)

رحمان :- ہیو کو نیم کانہہ چھونا بوہ ہا پھوٹس کیرس خدایو -

شتر :- رحمان چرسی ہا پھوٹ کریس - رحمان چرس ہا پھوٹ کریس -

(اکھ سمان کریس اندانڈ)

آواز :- ڈر بہان رزا اتیو سُہہ - رحمان چرسیا ایس ژادوی رزٕ - سُہ گند کرس رزلمنہ کڈوتھ ایس -

رحمان :- سوالیہ خدا چھوہ جل جل نئے دیو دأرتھ -

آواز :- ہتہ! لکٹھ - نعدہ کرزس گنڈ -

آواز :- یا پیر -

وارِیاہ آوازٕ :- دستگیر۔

آواز :- مہشاہ

وارِیاہ آوازٕ :- پادشاہ

آواز :- بڈشاہ

وارِیاہ آوازٕ :- پادشاہ

آواز :- کرالہ یار

وارِیاہ آوازٕ :- بالہ یار

رحمان :- بس ہا بس ہا۔ گنڈ ہراو تہ موٗ۔ آنہ اُیٹھ واہ ہا اُسم چندس۔ تم ہا وُچھہ ہا۔ بم ہا بم ہا اُتہ ہا چھم الہ ہا چھم سودا اَنُن۔ غقار اُسیم گھرہ بہتھ لیکھہ ژاران۔

آواز :- غفارس اَنُو ملائے۔ شکر کر خدائیس کُن زوٗدہ بچکھ۔ اچھو کہ لد گوگہ نہ۔

رحمان :- اوہ یا میہ گو ژیر۔ خدا بخشہ نوہ اور جان۔ (بانس سیت) یکِنس سمبہ چھنہ سورٕکھ کانہہ۔ اچھا وارہ وارہ دِمہ قدم۔

—— سانٕ ——

رحمان :- امایم لکھ کیازہ سنا چھ میتھ سِمہ مت۔ کیریس ہا چھوہ میہ کانہہ بیٹھمت۔ (اکس شرس پرزٕحان) ہیو گوبراہ ہُم کیہو نہ چھ سِمہ مت۔

شُر :- جبن نیچوٗ ہز کھترِیو رہتھ کلس۔ کھسُن منگس مگر ووٗن چھس نہ نگان۔ اتھ چھوہ تہرس بیٹھ ووٹھمت۔ وُنی چھ یم سونجان والون کنھہ پاٹھۍ۔

رحمان :- تو ہیہ چھوہ سانۍ باولہ گیمت

اکھ آواز :- ایُس چھا پاگل گیمت ؟

رحمان :- متین چھا بیٹھ اُسان آمت۔ از کلس چھوہ تُلہ گُل کھور مُت۔ یہ یُٹ والن چھا کرُٹھ کینہہ۔

شُر :- تلہ ہز ژی کرتہ اتھہ رٹ۔ امسنزہ ماجہ ہنے یہ وٕدٕ وٕدٕ ایچھ

رحمان :- وٕٹہ بہ ہا دوہ وٕتھ۔ اینو۔ ویٹھ پہانتھ رٕ۔

شیر :- رزہ کیاہ کرکھ

رحمان :- وہ سنہ بنی گام۔ بمارٕن چھس دوٗد لوٗسۍ بہ دمن توہیہ کُٹ بون والتھ۔

آواز :- اوہ سنہ رٹھ یہ گیہ رز۔ ژہ ژان نہ چون پیر زانیہ۔

رحمان :- دِیوٕن یہ رز میٖر دأرتھ۔ امس کٹس دیتو ہلس گنڈنُن زورہ اکہ اند۔

شُر :- رٕزٕ یہ رز گنڈہ زورٕ کرس

رحمان :- گنڈتھ سہ گوبراہ زورہ۔ دیو سہ دویم اند میہ اتھس کینہہ۔ لمو سہ رزہ زورہ۔

آواز :- مہشاہ ـــ !

وارِیاہ آوازٕ :- پادشاہ ـــ !

(کانہہ چیز الہ درف ہیو لوٗنۍ پیوان)

آواز :- توبہ تقصیر۔ یئے موٗد۔ (شور) چرسیا یہ کیہو کورتھ ـــ !

شُر :- رحمان جہیبن ہا مدر چھین نیچوٗ

(شور ـــ زنانہ وٕدن)

رحمان :- قہرہ خدائے۔ تلا میأن کنھہ نہ بوزتو۔ میون نا چھُنہ کانہہ تقصیر۔ امس ہا اوس وقت ووٗتمت بوتہ ہا کھرہمس رز گنڈتھ کیٖرہ منزہ۔ میہ اوس رزق نہ بچوس۔

(شور ـــ وٕدُن ـــ)

تنہا انصاری

چانٛہ دری

موٚنس چانٛی امارن ٹاٹھیہ یارو چانٛہ دری
شوٚر کورہ تم لولہ نارن گلعذارو چانٛہ دری

چانٛہ دری آدم آدے چھکھ دین و دنیا میون ژٕی
روٗزِ منظور کرٕ ہے زونٛشارو چانٛہ دری

فیرہٕ تے سارِس جہانس وٕلِ تہٕ کمیہ واتِے بلے
دود چوٚنی یس ستیہ گوٚچھا دگارو چانٛہ دری

عار چھوٚی تو مارہ گرٛمتس، پرارہ کوتاہ وُنہ یہم
رات دوہ چھم بے قراری، دل قرارو چانٛہ دری

ژالہٕ ژلٕے خوٗنِ دل ہاراں پوچھس چشمو دوس
راتھ گنزران ستارو، ماہ پارو چانٛہ دری

پوشہ نوٚلو، بلبلو، دوریو تہٕ کستوریو، جلو
وردہ سوزک گرز تلو کھوٚ گے گل ہشارو چانٛہ دری

ٹیکہ ٹھیٹھو، ورکینو کورساز پانس نازہ سال
مسولو، ہمبر زلو روٗٹ سوٗہی اشارو چانٛہ دری

لٕج وُلے کنڈین تہٕ میانِس گلشنس دٕہ ون گوٚمت
چانیہ وادے دود یہ گلشن شہیارو چانٛہ دری

وُنی اِتم لالو گلابک ہیٹھ دِل قلہ راوُتم
ٹاٹھیہ یارو میون ژٕی تنہا بہارو چانٛہ دری

حلیم کشمیری

روٲنی پھۍۓ جوٲنی زندگی ہنز

زمانس زیر کرنے پھس بو درامت ڈرن کیا چھُم میہ طوفانس تہ داوس
چھُو ییمہٕ اشتاب لوٗسن غوش ایوانی کرن کیا چھُم تِتھس بیکار رچاوس
بہ پھاتک واژ شیچھ ہیمہٕ ہم ڈلوپح ہتھس دُزہ جار نیو رنم پایہ شفقن
حیاچ لول کو گلیو بوزہ نو دس پکھن لیگ واش کڈ نے میاںٕ ہاوس
گلن بور سینہٕ مژ دکہٕ بلبلس چاوٕ کرن ہیژ لولہ نارن گراوٕ حسنس
گلس روپہ ٹاچ دِکہٕ سندرتہٕ نبہ ون تلن ہیوت سنگرٕ ظلمات ٹاوس
اشارن منز میہ ونم آثارن روٲنی ییمہٕ نراوکھ ییمہٕ نراوکھ
روٲنی پھۍۓ جوٲنی زندگی ہنز، روٲنی لوگ عزرائیل داوس
اسن کلہ واٲل زُھن وچھنس بو یامت پھڑ چوُمت تہ وٲسر یومت منشا
وتھم! ژمہٕ رودمت چھا سر جنون، اما بو ہرگزہ کیا سنہٕ خیام تاوس
یمو نظرو کریمہٕ تر ڈوس لو جھوکہ لدِ تمے گھلامہٕ بنہ من تازہ زخمن
مگر انداز وچھنک گوژھہٕ نہ بدلن دوا تاڈی چھُو اکثر آمہ تاوس
ژلیم ژڈ کیاسنا اکہ دامہ سٔتن تلامس پیالہ بھر بھر چاوٕ ساقی
خمارس ییمہٕ موریم اڈدتی تیہہ گژھم پوشن صبح تام رہیہ الاوس
وچھیومے لولہ نظرو ژورِ ژورے، کو ڈس چھُوت کاوٕ ہیون آسمانن
مُدعا ذونم نہ چاے صاف دنس گناہ چھیا آدے کیا پکھن لولہ نارس
یمو مول کھود لوس، موکھ تمن کھین حیاتن سوکھ کورد لوانگی سٔیت
پننی کن انہ سٔیٹھاہ یلغار موتن مگر رفتار گو تیزان داوس
یمن پننین کڈہٕ کشی وژہ سوماہ رُد چھکے دلدار کھوژکھ ییمہٕ کانس
تمی ہیوک لیسہ دِکہٕ حسنس جنیس لگن بیو ییمہٕ امارس آمہ تاوس!

ہنا انداز بدلاو تہ حسینن کرن ہیژ زندگی ہنز غز لخوانی
سٹھاہ مشکل چھُو ژارن معنہ لولک توے انتام لگمت لول داوس

غزل

غلام نبی فراق

لالہ میون منز شالہ مارن سئیت یارن آسیہ ما
چاک داوان تا یہ دامن ماہ پارن آسیہ ما

بادہِ کیتھہ کن میون دل مدہوش گومت دلبرو
چانِ ایم مس کھاس چشمن ہُند خمارن آسیہ ما

صبحدم اُش ٹارہ ہُر ہُر ڈیٹھ مے یمبر زلن
خشمہ ہوت وچھمت تمن کُن نوبہارن آسیہ ما

وُن گلالک سیتہ ڈیشتھ زوُنہ شامس تار کن
زولہ مُت یتہ میان پاٹھین لولہ نارن آسیہ ما

سوئ صدایم عالمکِ مظلوم دل بیدار کُر
بالہ دامنِ شولہ نادان آبشارن آسیہ ما

جدو جہدک نار وزہ ناوُن دہان گیہ زندگی
کیتھہ یہاے گامژ کنن میانین امارن آسیہ ما

تس شمع رولین نش کسو رُو دیمہ کیتھیہ ہند خیال
زاہدہ زاگے ہیوان نکتن اشارن آسیہ ما

رود الگوان فراقن تشنہ رُوح یگہہ گ سراب
اُتھہ امارس بیٹھ سو دلبر دین گذارن آسیہ ما

جواہرلال نہرو

میانٔ مژھ

یہ چھہ میانٔ مژھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ

یہ چھُہ پوشہ بھرین سلہ ساز کران

یہ چھُہ زونہ ڈیکس سونہ چھُونہ جران

یہ چھُہ مس کھاسین مس پُور بھران کنہ دُور گران

دُنہ نیندرِ یہ ہیژ ھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ

یہ چھہ کو کلاہ سونتس پُور تلان

یہ چھہ امنگُ رویس نوُر ملان

یہ چھہ زخمن گاہ اسیہ کراچھلان۔ گاہ وورژالان زن نارہ لژھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ

یہ چھہ رونقس از نوٗو ترائے رٹھتھ

یہ چھہ زول پلوِنم ہنز وور کھٹتھ

یہ چھہ ناگہ جویا نوٗو آیہ بھیٹھتھ کوہسار ترٹھتھ

ندیان پرژھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ۔ یہ چھہ میان مژھاہ

یہ چھہ زِتقیاہ گٹہ منز گاہ تراوان

یہ چھہ مارہ متین لولیہ لالہ ناوان

یہ چھہ یارہ وتن ہندگاہ چھاوان، ژُ ژھہ ٹھاوان

زن ترلشہ ہژھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ۔ یہ چھہ میانٔ مژھاہ

میہ چھہ اُمژ موتس ژھال کریتھ

میہ چھہ اُمژ لوکٹیٔ لال عبریتھ

میہ چھہ اُمرٕ ونہٕ کس چال کربتھ

یہ چھہ مرٕ باسان متانہٕ گمٕژ، دِلوانہٕ میہ ہیٚچھ نہٕ وانہٕ گمٕژ

یوتہٕ ناوٕ کرِس، کنہٕ دوٗر گرس، روہہٕ منزلس للہ ون پیالہ بھرس

چھیس ناوٕ تہٕ ول مال ژوراہش، ہکہ ناز ہ ڈیکس کنہ دوٗراہش

مستوراہش مستوراہش، لو رازٕ ونان چھیم آرٕ کرٕ ہاہ

یہ چھہ میان مرہاہ۔ یہ چھہ میان مرہاہ

موتی لال ساقی

غزل

دِلو مارہ متہ بلبلن کرٕ دلاسا
ہر بتھہ واوہ ہیمتین گلن کرٕ دلاسا

ژہ وُچھہ شتہرہ ژھتہ کیا میہ کور لولہ باغس
دزِ بتھہ جامہ بیٚیٚہ مسولن کرٕ دلاسا

سدرٕ ہو کتھہ تہ چوٗین گمٕژ آبہ سکا من
یمِن چٚرٕ مہ گمتین دِلن کرٕ دلاسا

گوٗٹیل مکرِشہ کتراو سکم کم رٕ دلاور
مرٕ وتھہ توٗئے رائن کرٕ دلاسا

ژہ آہم میہ باسیوٗ پراگاشس ژھنہ پیوٚ
یکن بروٚنہہ نمن غافلن کرٕ دلاسا

یموٗ خونہ سگ دیٚلوت امارن تہ آشن
تمن پکہ دنین قافلن کرٕ دلاسا

وزِ بتھہ نارہ وُن میکشو ساقیس کُن
میُس پرارہ ہن محفلن کرٕ دلاسا

صابر تلہ وون

یارقند انون زینان

صابر تلہ وون کی یہ نظم اسوقت لکھی گئی ہے۔ جب ۷۴-۱۸۷۳ء میں برطانوی حکومت نے مسٹر ڈوگلس فورسیتھ کی سرکردگی میں ایک فوجی مشن براستہ کشمیر کاشغر بھیجا تھا۔ جب یہ فوجی سفارت کشمیر پہنچی تو انگریزوں نے جنگی پیمانے پر مہم کی تیاریاں شروع کردیں۔ کامراج مراج اور بلتستان کے گوشے گوشے سے لوگ بھرتی ہوئے۔ طایفہ وردوں کی لام بندی شروع ہوگئی۔ ٹٹو گھوڑے اور سراگاٹے، بار برداری کیلئے بحکم مہاراجہ کشمیر طلب کئے گئے۔ سامان خورد و نوش فراہم کیا گیا۔ اور یہ عام جبری لام بندی کچھ ایسے انداز سے شروع ہوگئی۔ کہ اہل کشمیر یہی سمجھ بیٹھے کہ فورسیتھ صاحب یارقند فتح کرنے چلے ہیں۔ اور ایک زبردست فوجی مہم درپیش ہے۔ حتیٰ کہ صابر تیلی بھی جو لازماً ذہنی اعتبار سے نسبتاً زیادہ بالغ النظر واقع ہوا ہوگا۔ یہی سمجھ بیٹھا۔ کہ انگریز یارقند کو باج گذار بنانے کیلئے فوجی مہم پر روانہ ہوگئے ہیں۔

اپنی اس نظم میں جہاں صابر تیلی نے فوجی مشن کا بار و بیگار فراہم کرنے کی عکسی تصویر پیش کی ہے وہاں اہل کشمیر کی بے بسی اور جبری لام بندی کے نسبت ان کے ذہنی ردعمل کی بھی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ مجار کا کام گلکار کے سپرد کرنے اور اناڑیوں کو ماہر فن قرار دے کر کیمپ کے ساتھ چلنے کے جو احکام فوجی مشن نے صادر کردیئے تھے۔ ان پر بھی صابر نے طنز و ہزل کے تیکھے وار کئے ہیں۔ اسی لئے صابر کی یہ نظم تواریخی اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔

—— ادارہ

پی میہ ڈیو بھے رتی گرتھا یوزان
گوڈنِ دوپ ملکانیہ کس کریہ یہوے کار
راجیہ بیہہ یارقندہ باج گرتھہ لماران
لندنہ پیٹھ یارقند یمو کو رسے طے
گوڈنِ سونہ ہرگیہ چھا وان پوشہ میدان
حکم مہاراج بوزتھ تس یرونہہ ورائو
سیٹھے جاو کشمیری نالے چیالان
رسد سوٹے تدوپور گرہے طرفن
ہتم و وان ایس کوت لگ غیر زدان
سنمت بوزتھ گھرن کا شُر تھاو دیکھ
گر بیٹھ ڈاکس زونبہ چھی گھاسہ سلران

یارقند انون زینان
فورسیتھ چھو نوزلام
یارقند انون زینان
مشہور ہاتھ و پورگے
یارقند انون زینان
بلبی تم آگے جاؤ
یارقند انون زینان
گوڈہ لوگ مراز پرگم
یارقند انون زینان
بھٹہ بھائی یرونہہ نیاؤ کھ
یارقند انون زینان

پراسرار ڪس ڦٽاڻي ڇڪي سلاٽيران
انهيءَ آسه پياول ڪنهن تم آسه دوجان
ڳوٺ منگهه ڏانهن هي ڪوس ڳا من!
تيري ميري ڪران اوس ٽمن پڪ نادان
ڳلهه ٿين ڦٽيج ڇپيس لٽيءَ ٿين لاڪم
ڳاسه ڳنڊ ته ڏيچ زين پير ڪٿ سوريه سامان
رسه ڪر ٽڪي آن سڀي نان ڳار
ڳڇيه ڳريڪه ڪرائن ڳوٺن ليجبيه سادان
ڳراجيه دوب خاوندس ناداڻ ڪرائو
ڪام هي ڇڏي پڪه ون ادم ڪري ٽوتراداڻ
گور دوب گور ٻائيه دونهن نيرو
وڏيه ٻيٺ هي ڳاسه لوو ڳاڏو ڳوٺ لاران
کهوئيه ڪيهڙ دوده لوٽ واريه هيڻ ٻاريه دراڙ
تحقيق دوده ڳوڙ چنڪ باعوان
واتل دوب واڇيه لوٽي سره زاهه
ڏورڻ ته آر هيڻ ميتيه هي پڪه نادان
ڦيرته ڏيب زيه هيڪه واتل ڳاڻو
ڏيپو مکه وانجي ڪنهه نٿي ڇم مانان
شمار لوڙ هي طائفه دارن
وڏيه ٻيٺ هيرن هيڻ ڪتريتر ڍڪراوان
کهارو دت بارو بيڱه ڪتيه ڏهارو
حال ڪياه گوره مکه نال ڳره ناوان
خوش ڪيا گو سڀ اموب گو جان
ڀڄته دهج الخفيه هيڻ پته ڇيکه لاران
مصلحت ڪران تم ايس پانه وان
ڪتيه دين ڪريته هي ڳرو ڳذران
صابر تله وانيه تامت يوتوءَ ون
تام آءُ صاحب با سور سامان

ڏيون نه گهاسه ورتاوان
يارقند الون زيتان
ڇپوه ڪرن يم نه ناڻن
يارقند الون زيتان
ڳاسه لڏ ڪٿيوه ڇڪم
يارقند الون زيتان
مٽيه ڇهڪهن پنن ٽڪار
يارقند الون زيتان
کهڻوڪت ڪونديه والو!
يارقند الون زيتان
ڳاڏو ڪرڻ جائي ستيرو
يارقند الون زيتان
توڪن ڇپوه سڦرن تاڻو
يارقند الون زيتان
ڇيم منگن والهوئي ته ڪاه
يارقند الون زيتان
ڏيب زيه ميڪه ائيس توزانو
يارقند الون زيتان
منگ لج آ هڙگارن
يارقند الون زيتان!
وان ڪتيه جان ستيرو
يارقند الون زيتان
پته نيو ڪه ناڏيد نه ڇهان
يارقند الون زيتان
ڪسي ڪريه نائيرته ڇهان
يارقند الون زيتان
يامت خير بوزن
يارقند الون زيتان



بال کرشن کول

فیصلہ مکانہ

(اکھ پریہ کتھ)

ہارہ مالیہ ادس وینہ تھکس ہیو ژولمت۔ گنیش داس تہ شام لالنہ فرمانبرداری بیہ ٹھزکنائی وچھتھ ٲسین کنائی ہیش تراومژ۔ ویان ٲسی ہائی کتہ کاک آسیہ ہے زندہ تکین دیرس گژھ پنن دماغ تھوو اتی۔ رپیہ خام اوسکھ کمادان تہ تتھ پیٹھ اوسکھ نس لدتھ بہان۔ وبھقون تہ بیٛہون اوسکھ رٲنی کران۔ بیہ پندہ کڈان۔ تمہ اتی تیہس منز دنگوو امس فرم تہ ترووُن دُش۔ اَتھ دراٹے وژھس۔ ووپن ہتا تس کیا تخیر ادس۔ بجور صبح پیٹھ شام تام ادس اُتھ مہاراج بازرس منز امس لالہ سندری داس سندس دکانس منز کھرہ سند یاپٹھ جکھان۔ یم ژُنہ لوہریہ بھر بھر ٲسس شانہ پیٹان آتی اٹھن یا دہن پیٹھ۔ تھکتھ ژعیتھ ادس اَسان پتہ پریشانی ہندس سمندرس منز غوطہ غوست کران۔ سوینچان ادس جتا کوٗ ہیٛترم وُن نیٹرس واتی تہ نیپاہ کِن چھم دونہ ودیہ لڑکہ بیچانتھلنے۔ کیاہ کرہ ہے بچارس اوسس نہ نصیبہ پننین یمن دون گلابن وُچھیہ ہے زہ کتہ کنُ چھم پھولمت۔ کمیہ ٹھکہ سان کورکھ پننیہ خانہ چیہ پننیہ نیتھرتہ کتہ کنیٛ بچہ تتھ مہاراج بازرس منز دون پنن کارہ جلہ کران۔ بیہ کتہ کنُ کورُم گنیش داسس خاندانہ ہند خاندہ۔ پننیہ نوشبہ کنُ تہ دورس کن وُچھو وُچھم لدیہ ہے ہاز۔ لوکہ نولہ ہنس۔ تیر دوین ادیم نہ طمع کینہہ مگر کیاہ کرہ امس شامہ لالس چھم نہ نزدش اُد دوزان نن چھس فرگژھان۔ اتی چھوہ آسان ٹھیک تہ اتی زن چھس تف لگان رتہ چھپیہ۔ ییتھی خیالن منز ٲسس بوڈیتھ گیژ زہ ابہ برس گو ٹھنک ٹھنک۔ یکدم گیہ بقوذ وُبقت۔ لونگیہ تہ کالگر ژاون اتی۔ وژھدہ لوبان۔ ہاتکل موزراونہ۔ "کیا باگمرک چھونی نا وین خیالی روزان

دوہہ کھوتہ دوہہ ژُھکھ وینُ تیر لیوان۔ لدٛ نوشہ ہن چھنا انہ کل مالیون گیژ۔ توہ کِن آسکھ ژہ دیان ہتاہ مابچیہ نہم پت کِن لٹادیتھ تہ پرواے کیاہ چھوہ۔ اکفنوی دنیقم تھفقا۔ نا تیہ کیازہ گوٛی۔" کینہہ نئے۔ اَز ٲیس امس پرکاش کولس فِرنہ گامتے ٲیس کمپنی منز چھوٹی ہید کلرک۔ ہتس کیاہ ہیوٗ نوہ مکانک نقشہ۔ بیہ کور تس سیت مشورہ بیتری۔ ساٗن ہمسایہ چھیہ لوسے لدُن لایق پکاہ ما چھن تنازعہ ڈبہ وب ترانس پیٹھ۔ بیہ ما ژاو یمیہ تہیہ زمین منزہ گراہ نہ گراہ پننس آنگنس منز۔ امیہ کین تھووۃ پرکاش جوٗ انھس منز۔ جبر کم زیادہ پیٛس یڈ بھاو مہرست ودنس کاگنیتھ شامنس شام لالنس ودیہ حادِس پیٹھ پتہ کھین خیلرہ۔"

ہارہ مال گیہ یہ لوزمتھ مایوس۔ یہوٗے زن بیوٗکھس وٹھ ہیو درس پیٹھ۔ کینہی ہیوکن نہ دنتھ۔ گنیش داس بیتھس بیٹھہ۔ "دیاہی کیاہ بی تہ دلیل۔ ژہ کیاہ سپزکھ ناونی ہیش۔ یلہ بوٗ نوہ مکانچ کتھ تھس تلان ژہ چھیک بتہ لیتھ بیہان۔ بیہ چھیک تارس نرہ دران۔ دلیل کیاہ چھیہ —— نوٗ مکانہ لدن چھا ژورہ ہازتہ۔ پننہ ڈیٛنگ تہ چھچھہ لوتالم یہ لو پاوہ باوہ دسیہ۔ توتام مانکھ نہ ژہ۔ ٲیس چھہ پیٛشمان نوٗ مکانہ ادھو جانیہ علمے سمیٛتی منز۔ ژہ تراوکھ یہ شکس ہیوٗ۔"

یہ لوزمتھ کنُوٗت دیدہ سنت ژرارت۔ سنز کوسس تلیہ ژوت سُورہ بوک تہ لدس ٲیسی۔ "ژہ چھوکھ پتہ مکانس تھکس وتان یمیہ کیہ دھرم سوودئی شکس ژولیٛی ازہ باہ چھیک امیہ کوٗتی خیرات کھیوان۔ یتھ مکانس منز کھور فقاوتی شبوتہ بھگوانن کاروبارہ تھیم، کورہ ہن، چھیہ

ڪوريته ٺاهه باڪه سان بيٺه ڪمائيندو. ساڙهه ني ٺوڊ ناڪ ڊوله. وڏن ڇپئي ڪٿهته ٺوران. پرڏوڪي ٺن ڇپوه مڪانه مگر پائيدارِي ته شوئپ ڇيس آزهه. ٺه ٺوين ٻنگلي ڊي ماٺه. پيته مڪانس منز ڇيم ديٺهه راره رووزان. جاني ورني هباه ييڊ پنديو اڪيوسڪي گاڏه ٽيڪ ووه ديٺهتم. پيته مڪانس منز ڇيم خزانه. يڪس منزيله ڇيس اَزن يا مصالحه ٺيٺان. ٺن جهوه ڇهوڏن ڇيون گڙهان. يته ڇپه دلوي ته ديوتاه رووزان. پهنڊي دهرمه ڇپيودم تڙه داره وتيه ته بيه ٻڌهريو ٻڌهريو ڪماوان. تله با مته هيته دوباره يه مڪانه ڊالنگ ناڏ. ٺام ڇيم تڙ ڪسان.“

مگر گنيش داسس اوس ٺه مڪانگ ٻڏهه گوڏت سواره سُو ڪيتر مانيه پرانين ٻنزه ڪيڪه. ماج اُيسس ونا سمجهاوان. مگر يه اوس انڌڪن ٺس مڪانس منز پهته ٺن ڪاڻي منديه ٽاوره بيٺه ساري شهرڪ نقاره وچهان. ڪيڇه دوهي گيه گنيش داسن اندر سيمنٽه لوهره ته سبز ڪنيه. اگر نه سيره دٺيره. گاڏهن ٻنزه گاڏيه آيه. هاره مال ڇهه اندري گلان. مگر گنيش داس، شام لال ته گنيش داسُن زنانه ڇهه ٺينڊيڊ مينهه دالان. ته داڄ دارس هقوان. مڪانه ٻيهوئي خالي ٻيونن سيپڊن ته مزدوڻ هيٺر لوهراونڪ تياري ڪران. هاره ماليه هنڊس ٻهتس فيٺور ڪيمنزه ٽروٺه. خير ونهه ته ڪيا هيڪيه پلن پائي اوسس نه ڪينهه. يم گئي ڊين في الحال داڄ دارن روزنيه. مڪانه آڊ سوروڻي لوهراڊنه. ٻيهوئي مزدورهيتن ڪتس بيٺه وائن تله وراڻي جڪر ڇه جايه نِشه سيٺهان سن ٻڙ ٻڙ مٽي هش. ڪينٽراه ڪهوتر ته يم ته ڪينتراه گئي خوش. بيه ڪورڪه ڪهڏنه هنا هياڪر ته ييار مگر اڇهه اڪهه نه ڪينهه. سوئي يه مُٺ پيته بيٺهه ڊچهڪ. ٺڊونگ ته اڏه ڊز سويٺه. ٺاڻه تلڪه ته ڊچهڪ خالي. هاره ماليه گيه خبر ته آيه ساري شورِ ڪٽ هيته. ڏين گنيش داسس ڊيڪس ٺنڊاه ديٺه —

”ونيومُ هه يته هبا اوس خزانه. يڪيا ٺڊلوي وڏن سو خزانه. يه هبا گڙهيه اُٺهن ڪانيه. اده هيٺرانم جان دوه پن. اڏهڻه خوش. ٺڊونگ ته اڏه ونر سويته گو ڦيشل. يه

جيوه پرانيو ووڻت. مڪانه ٺڌهن ڊالهه نه خزانگ ديوتاه گوڏ ناراض ته ڪوڙن جايه ڦيٺر. ڊين گڙهيو داره وني روزن خير گنيش داسس اوس نه گولين منڊ پدلئي گڙهان. اڪيه ڪنه لوٺن ته ميه ڪنه ترڊن. مڪانس آڏ ڪن ته دنه. پيته ٺه لگ اڪه. ٺهين لڪه منڊر مش. ساڪه واڪه آڏ ڪينهه بائيس نِشه ڇپناوڻه. داره ڪاره ٺاره يم مڪانس ته ورياه گوڏ شام لالس ڪوڙن بيه مورد مورد وود هيو. ٺن لجس ڪاره ڊهيڪن. ٺيمرڇ اُيسس تيائي نگر داده ڪن ڪهڏڪه ملتوي. تپ هيوتن ووهه ڪهوته ووهه تيزن. ڊاڪٽرن ووٺڪه يه ٻيوڻن ٽنگه مرگه. امس ڇهه زاوج ڪسر. گنيش داس گو پريشان. دوڪان ڪوڙن ٻند ته شام لال نيون ٽنگه مرگه. هاره مال، ڪملاوتي (گنيش داسُن زنانه) ته ڪوريه هن دوزه ڪئي نريه اڪه مڪانس منز. ڪملاوتي ته اوس منز منز تپ ڪهسان مگر زنانن هنڌين دادين ڪڙس جهوه ٻڙهه ڪران. هاره ماله ووڇن پائي گڙهيه ٺيڪ. خير اڪيه دوهه گيه مجبور ته نيُن ڊاڪٽرس. تس تور نبض وچهنهي فڪره ٺه ڪملاوتي ڇهه ڪمزوري ڪن شام لالُن لاڳ ترمز. گنيش داس لوڳ هياز ڪن بيمارس تيلمداري ڪرنيه ته هاره مال پياره ڪن. دوه دوه ٽيوه گڙهان. ين هيوت شڪسن نال ولن.

ڪينهه دوه گيه گنيش داس آڏ گهره. ٺهينت پلو ٺهه ڏڏه ٺوئي ته نه دوردي. ٻيهوي ورس منز هقون قدم. ته ٺهٽن باکه. ڪريڪه پائشه ديٺرن ته نالس ديوتن ترڪه. هاره مال وڙهه ٺوپ ڪٽان ڪوڻان ته ڪملاوتي وڙهه ڇپه لدني بيته ٽٺان ٺٺان. شام لالن موت گوڏ ٻن ساره ني منديه خيلره موت. سوروئي محله آڏ ٺسته. ساروي ڪور تراهيه تراهيه. دوه دوه گو گڙهان. ڪملاوتي نن ٻيوٺه هيه هيو سو گيه سيٺهاه پيته. ڊاڪٽري علاج اوسس پدستور جاري. ڊين هيوتن امس دوئيس شوشه نارس ته اثه پيون ڪملاوتي پيه ڊئي کوٺيو. هاره مال گيه مجبور بيه ڇڪس اڏنس ساري گهرڪ بار پيو امس پيٺه. ڪملاوتي اُئيس ڊين مشڪلي سان دوه دوه ڪڙان. تمس اوسس ڪرنجل گومت.

خیر سو اُیس وۄنۍ کمۍ وۄپنۍ جہان۔ گنیش داس تیہ ہیوتن علاج کرناوٕ کرناوٕ منگ یُن۔ تم ادس بیاکھ ستہ ہرُگ سیٹھاہ ہیوت مُت۔ کینہہ دوہہ چھ گژھان کملاوتی اُوزیو دست خون وتھتھ۔ شام تام شہلے یہ۔

گنیش داس تہ تارہ مال گئے مولھن ہیوٚ روزیتھ کریکھ پانٕشہ دیٖرکھ۔ دۄیٖ الیکہ نہ دونس سومپ تہ ہیکیتھ۔ تارہ مال کیاہ کریہے کُنۍ زَنٛ۔ گنیش داس گو پیو گاٹیو سیت سیٹھاہ پھتھ۔ دوکان حزرادیوٕز مگر کورن فی الحال بندھے۔ تورٕ اُیس نہ کینہہ رُوزمُت۔

وریہ ڈوڈاہ گو گنیش داس پیو بیمار۔ دوہ ژور گژھنس مشکلی سان۔ وھب ناز زن گوس۔ فکریہ تور نہ امس گوٚو کیاہ۔ ژکھ چھ ہُر ژاپان۔ آخر امس کیاہ گوٚو تہ کیاہ تریہ تکھ فکری نہ ہتا امس تہ اوس امدری ندرن نو بر پرن ژر گومُت

دۄیٚ رُوز تارہ مال مکانس منز شکرن مکھ پھش نہ چھ کتھ کران تہ نہ دوان۔ گنیش داسن تریہ ورشس کوریہ ہن نیہ ماتا مالو۔ تتیہ درایہ لمس ژتُل تہ مویہ تیاری۔ !

تارہ مالہ گیہ نہ امیہ سیبت فرقاہ کینہہ۔ کیازہ دۄیٚ ادس مَنس برابری۔ یتژ گیہ میٹھ۔ دون ورین منز وچھ تمیہ ترین جاتن منز موت۔ لہٰذا کیاہ اثر ہیہے تمس امیہ جیرہ سیت۔ یتیہ تریہہ تتہ دۄیٚ ژروم تہ۔

اوتان اُیس تارہ مال پانٕسے دنان زہ مکانہ پیوم فیشل۔ دۄیٚ ہیوتھس دُکوٚ تہ دنی۔ سارے اُیس اتھ مکانس منز اژنس کھوژان۔ ہائے ہے کینہہ گوٚوہ نہ سپدُن — تارہ مالہ اُیس دۄیٚ کُنۍ کوریہ ہن ہرشِ مژ اکس بڑس گھرس منز۔ تمس گوٚو نہ برداشت امُند غم وچھتھ۔ تمہ کرٕ یہ مجبور پنن گھرٕ ننس۔ اتیہ نہ کیاہ لالچ ادس امس روپیہ ساسس کنہ مکانہ تہ نیرنہ وزیہ ژنہس بُڈ بھتو کھاہ۔

رحمان راہی

رُباعیات

حقیقت انقلابس منز ژٹان زنگ
چھ اُدیل شیشہ وقتس پیٹھ بنان سنگ
زوالس کُن لمان رو منز دپھرک
غوڑک ژندر چھ پاڑان زوتہ کینہہ پرنگ



جوانی منز حسن بُڈ ہھریانی
دلک شہجار رو پچھ شادمانی
دل گو لو لکہ تہ آسیس پاس خاطر
چھ کیاہ پاتیلہ وُنۍ یتھ زندگانی



چھ لعیضے کانہہ سراپا ناز نظراہ
کران مسمار دِلہ کینہہ رو یہ خانن
چھ لعیضے آرہ گژھتھ گومُت ہوس کانہہ
دُچارن منز دوال دُن ارغوانن